رہے گا، پھر وہ اپنے زہر کو اس کے گوشت اور ہڈیوں میں پھیلا دیں گے اور اس کی شرم گاہ سے پیپ بہنا شروع ہوگی، جس پر اہل دوزخ بھی اس پر لعنت بھیجیں گے۔

اے رحیم و کریم! ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھیو! اے کمزور اور گنہگار انسان! جب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے ہمیشہ توبہ کرتا رہ۔ چند اشعار کا مفہوم ہے کہ:

"رات کے اندھیرے میں کھڑا ہو اور آہستہ سے رات کی تاریکی میں اس ذات کی طرف چل جو تجھے دیکھ رہا ہے اور اس کی قربت حاصل کر۔ اور کہہ اے سب سے بڑھ کر معاف کرنے والے تجھ سے ناامیدی نہیں، تو ہی میرا محسن اور جائے امید ہے۔ اے پروردگار! میری توبہ کو اپنے فضل سے قبول فرما، تو ہمیشہ اور بے شمار گناہوں کو مٹانے پر بھی قادر ہے۔ اے خدا!! اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور میرا لحاظ نہ رکھا تو میں کس کے سامنے اپنی حالت زار کی شکایت کروں گا اور کس سے وسیلہ چاہوں گا؟ یہ حقیقت ہے کہ جو گنہگار اس کے دروازہ پر ذلیل ہو کر آتا ہے اور مصیبت کی وجہ سے اپنے کمزور و ناتواں جسم پر روتا ہے کہ شاید میرا مولا اور احسان کرنے والا سخاوت کا اظہار کرے تو اس وقت رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے اور اپنے فضل سے اس کی توبہ قبول کرتے ہوئے اس کو ذلیل سے مقبول بنا دیتی ہے۔"

ترک صلوٰۃ کا گناہ

خدا نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے کہ تارک نماز ملعون ہے اور اس کا پڑوسی بھی ملعون ہے اگر وہ راضی ہو، اگر میرا حکم عدل نہ ہوتا تو کہہ دیتا کہ جتنے اس کی پشت سے قیامت تک پیدا ہوں گے وہ بھی سب ملعون ہیں اور حدیث میں ہے بے شک جبرئیل اور میکائیل دونوں نے کہا ہے، خدا فرماتا ہے: جو نماز ترک کرے، وہ تورات میں انجیل میں زبور میں قرآن میں ملعون ہے۔ حاوی القلوب الطاہرہ میں ہے کہ ایک روز حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا: تو ارشاد کیا، جو اس کی محافظت کرے، اس کے لئے نماز قیامت میں نور اور نجات اور برہان ہوگی، اور جو اس کی محافظت نہ کرے، اس کے لئے نہ نور ہوگی نہ برہان نہ نجات۔ وہ قیامت کے روز فرعون اور ہامان اور قارون اور ابی ابن خلف کے ساتھ سب سے نیچے طبقہ میں ہوگا۔ اس کو امام احمدؒ نے روایت کیا ہے اور انہیں چاروں کے ذکر کرنے میں خصوصیت یہ ہے کہ یہ لوگ کفر کرنے والوں میں سردار ہیں، پس جس نے اپنی تجارت کی وجہ سے نماز چھوڑ دی وہ ابی ابن خلف کے ساتھ ہوگا، اور جس نے اپنے ملک کی وجہ سے نماز چھوڑ دی وہ فرعون کے ساتھ ہوگا اور جس نے اپنے مال کی وجہ سے نماز چھوڑ دی وہ قارون کے ساتھ ہوگا، اور جس کی ریاست نے اس کو نماز سے باز رکھا وہ ہامان کے ساتھ ہوگا۔ سمرقندی کی کتاب میں ہے پہلے زمانے میں ایک شخص نے شیطان سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تیری طرح ہو جاؤں، اس نے جواب دیا کہ نماز چھوڑ دے اور کبھی سچی قسم نہ کھا۔ اور طبقات ابن السبکی میں، میں نے دیکھا کہ ابن البارزیؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ نماز نہ پڑھنے پر اپنی عورت کو مارنا واجب ہے اور روضہ میں ہے کہ ماں باپ پر واجب ہے کہ اپنی اولاد کو طہارت اور نماز اور شریعت کی باتیں سکھائیں جب وہ سات برس کے ہوں اور دس برس کی عمر میں اس کے لئے ماریں۔

حدیث میں ہے کہ فرشتے نماز فجر کے تارک سے کہتے ہیں: اے فاجر کار اور ظہر کے تارک سے: اے خاسر نابکار، اور عصر کے تارک سے اے عاصی گنہگار اور مغرب کے تارک سے: اے کافر ناشکر گذار، اور عشاء کے تارک سے: اے منفیع زیاں کار! خدا تجھے برباد کرے۔ (نزہۃ المجالس موسوم بہ خیر المجالس، عبدالرحمٰن الصفوری ایضاً: ۲۱۹)

بے نمازی کی ہلاکت خیز نحوست

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک بستی سے گذر ہوا جہاں درخت لگے تھے،

(بقیہ......۳۰......صفحہ پر)

کچھ اہم و مفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن) 100/-
کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن) 90/-
کاروان زندگی حصہ سوم 80/-
کاروان زندگی حصہ چہارم 90/-
کاروان زندگی حصہ پنجم 80/-
کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن) 90/-
کاروان زندگی حصہ ہفتم 80/-
مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن) 40/-
حج کے چند مشاہدات 6/-
خواتین اور دین کی خدمت 25/-
کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن) 35/-
دعائیں 10/-
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن) 90/-
سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن) 90/-
نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن) 200/-
سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں) 200/-
تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) 355/-
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر 70/-
اپنے گھر سے بیت اللہ تک 25/-

از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

زاد سفر دو جلدیں (نیا ایڈیشن) 150/-
باب کرم (نیا ایڈیشن) 12/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول 15/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم 14/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم 15/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم 12/-
ہمارے حضورؐ (اردو) 15/- ہمارے حضورؐ (ہندی) 20/-
موج تسنیم (اردو) زیر طبع
مناجات ہاتف 10/-
دیار حبیبؐ 5/-

از مخدومہ خیر النساء بہترؒ

حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) 15/-
کلید باب رحمت 6/-
ذائقہ (نیا ایڈیشن) 15/-
ذکر خیر 〃 15/-

از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

لبیک اللہم لبیک 30/-
سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ 50/-
سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ 150/-
زبان کی نیکیاں 15/-
گلدستہ حمد وسلام 6/-
کلام ثانیؒ زیر طبع

از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

دو مہینے امریکا میں 90/-
جزیرۃ العرب 70/-
حج ومقامات حج 35/-
امت مسلمہ 70/-
سماج کی تعلیم وتربیت 45/-

از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) 870/-
اسلام کیا ہے؟ (اردو) 30/-
اسلام کیا ہے؟ (ہندی) 35/-
دین وشریعت 70/-
ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت 70/-
قادیانی مسلمان نہیں 25/-
آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن) 40/-
آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن) 45/-
درس قرآن 200/-

دیگر مصنفین کرام کی تصانیف

تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ 45/-
مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول) 80/-
مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم) 120/-
(مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)
تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ 35/-
سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ 30/-
(مولانا محمد الحسنیؒ)
بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن) 40/-
ذکر رسولؐ 〃 55/-
مولانا محمد علی جوہر 〃 175/-
(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)
کتاب النحو (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ) 18/-
کتاب الصرف 〃 20/-
بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی) 40/-
تاریخ میلاد (حکیم الشکور) 30/-
مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی) 30/-
سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمن شیروانی) 25/-

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸-
فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174

ماہنامہ
رضوان
لکھنؤ

Rs. 10/-

LW/NP-184/2006-08
R. N. 2416/57

Monthly
RIZWAN

Ph: 0522-2270406

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

DESIGNED BY HAMID, Mob: 9415769282 PRINTED AT: KAKORI OFFSET PRESS, LUCKNOW.

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات .... کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تأثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودھویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔

● ایک تاریخی دستاویز ● ادبی مرقع ● دعوت فکر و عمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول	(اردو ایڈیشن)	100/-
قیمت حصہ دوم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ سوم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ چہارم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ پنجم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ ششم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ ہفتم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت مکمل سیٹ	(کاروان زندگی)	610/-

کاروان ایمان و عزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت و طباعت

قیمت 35/-

حج کے چند مشاہدات

اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تأثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

ذکرِ خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تأثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-

یادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد ۵۲	اکتوبر ۲۰۰۸ء	شمارہ ۱۰

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

● میمونہ حسنی ● عائشہ حسنی

● جعفر مسعود حسنی ● محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰/روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵/امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۰/روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۱۷/۲/۵۴، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 0522 - 9336932231

فہرست مضامین

● اپنی بہنوں سے .... مدیر ۳

● حدیث کی روشنی میں .... امۃ اللہ تسنیم ۴

● حضرات صحابہؓ اور رسول ﷺ کا ادب .... شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی ... ۶

● تحصیل علم اور اسلام .... حامد محمد خان حیدرآباد ۹

● میرا دل خوش ہوگیا ۱۲

● محمد ﷺ کی محبت دین کی شرط اول ہے .... محمد قمر الزماں ندوی ۱۴

● جمعہ کے دن کی فضیلت .... محمد عبدالرحیم خرم جامعی بن محمد عبدالرحمٰن ندوی ۱۸

● پریشانیوں کا علاج .... حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ۲۱

● اورنگ زیبؒ کے روزمرہ معمولات .... ڈاکٹر مسعود جعفری ۲۷

● قیامت کے پانچ سوالات ۲۹

● جنت کی ضمانت .... محترم حلیم شاہ چارسدوی ۳۱

● ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا جذبہ سخاوت ... محترم نصیر خان ۳۲

● مثالی شریک حیات .... مولانا محمد موسیٰ خاں ندوی ۳۴

● نماز چھوڑنے کا عذاب .... مولانا حذیفہ دستانوی ۳۷-۴۰

اپنی بہنوں سے

مدیر

دورخی بات ہو یا دورخی پالیسی دونوں کا ایک ہی نتیجہ ہے اور دونوں کا ایک ہی انجام ہے درحقیقت یہ طرز، اخلاق وشرافت کے لحاظ سے بھی اور دین وتقویٰ کے لحاظ سے بھی نہایت گرا ہوا اور قابل نفرت ہے، اس سے ایک طرف آپسی لڑائی اور دشمنی پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف اس طریقہ کے اپنانے والے کی اخلاقی گراوٹ اور بے ضمیری کا پتہ چلتا ہے، یہ کتنا بڑا اور بھیانک جرم ہے کہ دو شریف مردوں یا عورتوں کے درمیان لڑائی کرادی جائے یا دونوں کے منھ پر ان کی تعریف کرکے اپنی نیک نامی کا سکہ بٹھایا جائے، اللہ تعالیٰ نے ایسے دورخوں کی سزا یہ رکھی ہے کہ قیامت میں ان کی دو زبانیں ہوں گی اور دونوں آگ کی ہوں گی ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی مرد وعورت کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

''لوگوں میں شریر قسم کا آدمی وہ ہے جو کچھ لوگوں کے پاس جائے تو ان جیسی کہے اور دوسروں کے پاس جائے تو ان کی زبان میں بولے۔''

یہ مرض چاہے مردوں میں ہو یا عورتوں میں برا مرض ہے اور اس قابل ہے کہ یہ عادت جلد چھوڑ دی جائے، ایسے شخص کا نہ سوسائٹی میں کوئی وزن ہوتا ہے اور نہ اس کی بات کا کوئی اعتبار کرتا ہے، چند دنوں کا دھوکہ ہے جہاں پول کھلا رہی سہی عزت خاک میں مل جاتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس سے دونوں خوش ہیں یہ کتنی بزدلی کی بات ہے کہ آدمی صاف بات نہ کہہ سکے اور چاپلوسی سے کام لے، قرآن کریم نے یہ طریقہ منافقوں کا بتایا ہے اس عادت کو جلد ترک کردینا چاہئے اور زبان ودل دونوں پاک رکھے جائیں۔

ہمارا معاشرہ بھی ایسے لوگوں کی وجہ سے برباد ہورہا ہے آپسی لڑائی جھگڑے اس کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

خدا ہم کو اور آپ کو اس عادت سے محفوظ فرمائے۔ آمین

توبہ

امۃ اللہ تسنیم

اللہ کی طرف رجوع کی قیمت

حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی قوم میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے خون کئے تھے اس نے زمین میں سب سے بڑے عالم کے متعلق دریافت کیا۔ لوگوں نے ایک راہب کا پتہ دیا۔ وہ اس کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ننانوے خون کئے ہیں، کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے، کہا نہیں، اس نے راہب کو بھی قتل کر دیا تو سو پورے ہو گئے۔ پھر روئے زمین کے سب سے زیادہ جاننے والے کے متعلق دریافت کیا۔ لوگوں نے ایک مرد عالم کا پتہ دیا۔ وہ گیا اور کہا کہ میں نے سو آدمی قتل کئے ہیں کیا میری بخشش ہو سکتی ہے، کہا ہاں! کونسی چیز تمہارے اور توبہ کے درمیان حائل ہے تم فلاں زمین کی طرف جاؤ۔ وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ تم بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو اور پھر اس زمین کی طرف قصد نہ کرنا کیونکہ یہ جگہ تمہارے لئے بری ہو گئی ہے۔ وہ روانہ ہوا آدھا راستہ طے ہوا تھا کہ موت کا پیغام آیا۔ رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتے نے کہا کہ یہ تائب ہو کر اور اپنے دل کو خدا کی طرف متوجہ کرتے ہوئے آیا ہے۔ عذاب کے فرشتے نے کہا کہ اس نے کبھی کوئی نیک عمل نہ کیا۔ اسی وقت ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا تو انہوں نے اس کو اپنے درمیان فیصلہ کرنے والا بنایا۔ اس نے کہا دونوں زمینوں کو ناپو کون سی زمین اس کے قریب ہے۔ انہوں نے ناپا تو اس زمین کو زیادہ قریب پایا جس کی طرف وہ جا رہا تھا تو رحمت کے فرشتے نے روح قبض کی۔ (بخاری۔ مسلم)

ایک صحیح روایت میں ہے کہ اس نیک بستی کے قریب ایک بالشت سے زیادہ تھا تو اس کے رہنے والوں میں شمار کیا گیا۔

اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو حکم دیا کہ دور ہو جا اور اس زمین کو حکم دیا کہ قریب ہو جا اور کہا دونوں زمینوں کو ناپو جب ناپا تو اس زمین کو ایک بالشت قریب پایا۔ پس اس کو بخش دیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس آدمی نے اپنے کو گھسیٹ کے اس زمین کے قریب کیا۔

توبہ کی فضیلت و قبولیت

حضرت عمرانؓ بن الحصین سے روایت ہے کہ جُہینہ کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، کہا یا رسولؐ میں نے ایسا جرم کیا ہے کہ میں سزا کی مستحق ہو گئی۔ پس آپ حد قائم کیجئے۔ (شرعی سزا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلایا اور فرمایا، اس کے ساتھ اچھے سلوک کر، جب اس کے بچہ پیدا ہو جائے تو لے آنا۔ ولادت کے بعد وہ آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے اس پر باندھ دو، پھر اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تو وہ سنگسار کر دی گئی، پھر آپ نے اس کے جنازے پر نماز پڑھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس پر نماز پڑھتے ہیں یہ تو گنہگار تھی۔ آپ نے فرمایا اس نے توبہ کر لی اگر اس کی توبہ اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کی جائے تو سب کے لئے کافی ہو۔ تم نے اس سے افضل کسی کو دیکھا ہے جس نے اپنی جان اللہ کے حضور میں پیش کر دی۔ (مسلم)

آدمی کی ہوس اور توبہ کا امکان

حضرت ابن عباسؓ و انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آدم کے بیٹوں کو سونے کی ایک گھاٹی دی جائے تو وہ چاہیں گے کہ دو گھاٹیاں اور مل جائیں اور ان کے منہ کو سوا مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی

اور جو شخص توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

قتل کے بعد توبہ اور شہادت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایسے دو آدمیوں پر ہنستا ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں اور دونوں جنت میں داخل ہوں۔ ایک اللہ کے راستہ میں جنگ کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے۔ پھر دوسرا اسلام لاتا ہے اور اللہ کے سامنے قتل سے توبہ کرتا ہے۔ پھر وہ بھی شہید ہو جاتا ہے۔

صبر

صبر کی فضیلت

حضرت ابومالکؓ بن عاصم الاشعری سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طہارت نصف ایمان ہے اور الحمد للہ ترازو کو بھر دیتا ہے۔ اور سبحان اللہ والحمد للہ بھر دیتے ہیں جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے صبر روشنی ہے اور قرآن حجت ہے تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف۔ ہر شخص ہر روز اپنے نفس کا سودا کرتا ہے۔ یا تو اس کو آزاد کر لیتا ہے یا اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ (مسلم)

صبر سے زیادہ کسی چیز میں بھلائی کی گنجائش نہیں

حضرت ابوسعیدؓ سعد بن مالک بن سنان الخدریؓ سے روایت ہے کہ چند انصاریوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، آپ نے ان کو دیا، پھر انہوں نے مانگا، پھر آپ نے دیا، یہاں تک کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا سب دے دیا۔ پھر فرمایا میں تم سے کچھ اٹھا نہیں رکھتا۔ جو خوددار رہنا چاہے گا اللہ اس کو خوددار رکھے گا، اور جو استغنا چاہے گا اللہ اس کو غنی کرے گا اور جو صبر کرے گا اللہ اس کو صبر دے گا۔ اور کسی کو کوئی چیز صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع نہیں دی گئی۔ (بخاری۔ مسلم)

صبر و شکر

صہیبؓ بن سنان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن کا معاملہ بھی خوب ہے۔ یہ مومن ہی کی خصوصیت ہے جب اس کو خوشی پہنچتی ہے تو شکر کرتا ہے، پس اس کے لئے بہتر ہوتا ہے اور جب مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ (مسلم)

مرض وفات کی بے چینی اور صبر

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کو بے چینی ہوئی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا میرے والد کیسے بے چین ہیں، آپ نے فرمایا اس کے بعد تمہارے والد کبھی بے چین نہ ہوں گے، جب آپ کی وفات ہو گئی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا اے باپ آپ نے اپنے رب کی دعوت قبول کر لی۔ اے باپ جنت الفردوس آپ کا ٹھکانا ہے۔ اے باپ ہم جبرئیل کو آپ کی وفات کی خبر دیں گے۔ جب آپ دفن کئے گئے تو حضرت فاطمہؓ نے لوگوں سے کہا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا کیسے اچھا لگا۔ (بخاری)

اولاد کے صدمہ پر صبر

حضرت اسامہؓ بن زید بن حارثہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے محبوب اور محبوب کے بیٹے سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا قریب المرگ ہے آپ تشریف لے آئیے۔ آپ نے سلام کہلا بھیجا اور فرمایا، اللہ ہی کے لئے ہے جو اس نے لیا اور جو اس نے دیا اور ہر چیز کا اس کے پاس ایک وقت مقرر ہے۔ صبر کرو اور اجر طلب کرو۔ انہوں نے درخواست کی آپ ضرور تشریف لائیے۔ یہ سن کر آپ کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ سعدؓ بن عبادہ، معاذؓ بن جبل اور ابی بن کعبؓ، زیدؓ بن ثابت اور بہت سے لوگ تھے۔ آپ کو بچہ اٹھا کر دیا گیا۔ آپ نے گود میں لیا اور اس وقت وہ دم توڑ رہا تھا۔ آپ کے آنسو نکل آئے۔ حضرت سعدؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ کیا؟ فرمایا یہ رحمت ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی

حضرات صحابہؓ اور رسولؐ کا ادب

اگرچہ ممکن نہیں کہ آداب حضرات صحابہؓ کے کماینبغی تحریر میں آسکیں اس لئے کہ ادب ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جس سے اقسام کے آثار وافعال ظہور میں آتے ہیں اس کو بیان کرنا امکان سے خارج ہے مگر ان چند آثار کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ اہل اسلام ان حضرات کی کیفیت قلبی کو پیش نظر رکھ کر اس قسم کی کیفیت قلبی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ بخاری شریف میں روایت ہے سہل بن سعد ساعدیؓ سے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے جب نماز کا وقت ہوا موذن نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر اقامت کہی اور انہوں نے امامت کی اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہوگئے اور صف میں قیام فرمایا جب مصلیوں نے حضرت کو دیکھا دستکیں دینے لگے اس غرض سے کہ صدیق اکبرؓ خبردار ہوجائیں کیونکہ ان کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف دیکھتے نہ تھے۔ جب صدیق اکبرؓ نے دستکوں کی آواز سنی گوشۂ چشم سے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں پیچھے ہٹنے کا قصد کیا حضرتؐ نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جائے پر قائم رہو صدیق اکبرؓ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس نوازش پر کہ حضرت نے امامت کا امر فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے رہ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا کہ اے ابوبکر جب خود میں تمہیں حکم کرچکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع ہوئی عرض کیا یارسول اللہ ابی قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ کے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ براء بن عازبؓ سے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے جب وہ صلح نامہ لکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے دن ٹھہرا تھا جس میں یہ عبارت تھی ہذا کاتب علیہ محمد رسول اللہ مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ مت لکھو کیونکہ اگر رسالت مسلم ہوتی تو پھر لڑائی کیا تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس لفظ کو مٹادو انہوں نے عرض کیا کہ میں وہ شخص نہیں ہوں جو اس لفظ کو مٹا سکوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کو اپنے ہاتھ سے مٹایا۔ اب یہاں تعمیق نظر کی ضرورت ہے کہ باوجود یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیچھے ہٹنے سے منع فرمایا اور علی کرم اللہ وجہہ کو لفظ موصوف مٹانے کا امر فرمایا تھا مگر ان حضرات سے امتثال نہ ہوسکا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ ترجمہ: جو دیں تم کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دیں تو لو اس کو اور جس چیز سے منع کریں باز رہو۔ اور دوسرے محل میں ارشاد ہوتا ہے وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔ ترجمہ: اور کام نہیں کسی ایمان دار مرد کا نہ عورت کا جب ٹھیرا دے اللہ اور اس کا رسول کچھ کام کہ ان کو رہے اختیار اپنے کام کا اور جو کوئی بے حکم چلا اللہ کے اور اس کے رسول کا سو راہ بھولا صریح چوک کر۔ یہاں ایک خلجان پیدا ہوتا ہے جس کے دفعیہ کے لئے تعمیق نظر درکار ہے وہ یہ ہے کہ اس کا تو انکار ہی نہیں ہوسکتا کہ ان حضرات سے عدول حکمی عمل میں آئے وہ بھی کس موقع میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس روبرو سے حکم فرمارہے ہیں اور اس کا بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ ان حضرات میں گویا سرتابی کا مادہ ہی نہ تھا اس سے بڑھ کر انقیاد کیا ہو کہ ایک اشارہ پر جان دینا ان کے لئے کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ عدول حکمی خلاف مرضی خدا اور رسول تھی کیونکہ اگر یہ بات ہوتی تو خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو زجر فرمادیتے بلکہ کوئی آیت نازل ہوجاتی اس لئے کہ ان حضرات کی تادیب کا لحاظ بیش از بیش مرعی تھا اس وجہ سے کہ ایک عالم کے مقتدا ہونے والے تھے غرض ان تمام امور پر نظر ڈالنے سے پریشانی ہوتی ہے مگر یہ خلجان اس طرح سے دفع ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کا پاس ادب جو سچے دل سے تھا وہ کچھ ایسا بافروغ تھا کہ اس کے مقابلہ میں وہ عدول حکمی قابل التفات نہ ہوئی۔ اگر اس حالت کو خیال کیجئے بشرطیکہ دل میں وقعت وعظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل طور پر ہو تو معلوم ہوگا کہ ان حضرات کے دلوں کا اس وقت کیا حال ہوگا۔ ادھر خود بنفس نفیس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم روبرو سے حکم فرمارہے ہیں اور ایک طرف سے آیات واحادیث بآواز بلند کہہ رہے ہیں اور ایک خبردار امر واجب الانقیاد سے سرمو انحراف نہ ہونے پائے اور ادھر ادب کا دل پر اس قدر تسلط ہے کہ امتثال کے لئے نہ ہاتھ یاری دیتے ہیں نہ پاؤں آخر ان دونوں صدیقوں کو ادب نے اس قدر مجبور کیا کہ امتثال امر ہو ہی نہ سکا اور انہوں نے وہی کیا جو مقتضائے ادب تھا۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب نص قطعی کے مقابلہ میں آخر ادب ہی کی ترجیح ہوئی تو دین میں اس کو کس قدر باوقعت اور ضروری چیز سمجھنا چاہئے۔ شعر

شد ادب جملہ طاعت محمود
طاعت بے ادب ندار سود

اسی طرح امام شافعیؒ کا ادب ہے جو امام سیوطیؒ نے تنزیہ الانبیاء عن تشبیہ الانبیاء میں امام سبکیؒ کی کتاب ترشیح سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے بعض تصانیف میں وہ قصہ نقل کیا جو کسی شریف عورت نے کچھ چرایا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قطع ید کا ارادہ فرمایا اور کسی نے سفارش کی پھر وہ حدیث نقل کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا کہ اگر فلاں عورت بھی (جو ایک شریفہ تھی) چراتیں ان کا بھی ہاتھ قطع کرتا، امام سبکیؒ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا ادب دیکھو کہ حدیث شریف میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام مصرح ہے اگر بعینہ حدیث نقل کردیتے تو کوئی بے موقع بات نہ تھی لیکن از راہ کمال ادب صراحۃً نام مبارک کو ذکر نہ کیا۔ سبحان اللہ کیا ادب تھا کہ حالانکہ الفاظ حدیث کو بعینہ نقل کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور وہ نام مبارک جو حدیث شریف میں وارد ہے لفظ لو کے تحت میں ہے جو محال پر علی سبیل فرض محال آتا ہے مگر بایں ہمہ چونکہ حدیث شریف میں مقام توہین میں وارد تھا اس لئے ادب نے اجازت نہ دی کہ اس نام مبارک کو صراحۃً ذکر کریں گو حدیث شریف میں وارد ہے سچ ہے جو مقربین بارگاہ ہوتے ہیں انہیں کو ادب نصیب ہوتا ہے ہر کس و ناکس میں وہ صلاحیت کہاں اور کنز العمال میں یہ روایت ہے کہ ایک اعرابی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہو فرمایا نہیں۔ کہا پھر کیا ہو۔ کہا خالفہ ہوں بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ جوہری نے صحاح میں لکھا ہے "فلان خالفة اهل بيته اذا كان لا خير فيه" یعنی خالفہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی گھر کے سب لوگوں میں ایسا ہو جس میں کچھ خیر نہ ہو چونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں صدیق اکبرؓ کو ادب نے اجازت نہ دی کہ اپنے آپ کو اس لفظ کے مصداق سمجھیں اور اس کو ایسے طور سے بدلا جس میں مادہ خلافت باقی رہی اور ادب بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ حالانکہ خلافت آپ کی قطع نظر اجماع کے خود احادیث سے کنایۃً بلکہ صراحۃً ثابت ہے۔ جب صدیق اکبرؓ اپنے کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کہنے میں تامل کریں تو اب ان لوگوں کو کیا کہنا چاہئے جو کمال فخر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھائی پنے کی نسبت لگائے جاتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس برابری سے مقصود کیا ہے اگر اپنے کو ادھر ملانا اور اپنی فضیلت ظاہر کرنا منظور ہے تو وہ خصوصیات کہاں جو نہ کسی نبی مرسل کو نصیب ہوئیں۔ اور نہ کسی فرشتہ مقرب کو۔ اور اگر تنزل شان اور اپنے ساتھ برابر کردینا مطلوب ہے تو "ان انتم الا بشر مثلنا" کا مضمون صادق آجائے گا جس کا حال ابھی معلوم ہوا۔ اور پھر ان ازلی سابقوں کو کیا کریں گے جنہوں نے ذات والا کو تمام کائنات سے منتخب کرکے ابدالآباد کے لئے علوشان اور برتری میں کوئی ایسی بات نہ نکلے گی جس سے مقصود حاصل ہوسکے اس صورت میں مثل عمرؓ کے نسبت

عبدیت اور غلامی کی کیوں نہ جمائیں جس سے کچھ کام نکلے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی ہے روایت ہے ابی الحویرث سے کہ پوچھا عبدالملک بن مروان نے قباث بن اشیم سے کہ تم اکبر یعنی بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تھے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تھے اور میں عمر میں زیادہ ہوں اس لئے کہ ولادت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام فیل میں ہے اور مجھے یاد ہے کہ میری والدہ اسی ہاتھی کی لید کے پاس مجھے لے کر کھڑی تھیں اچھی ملنھا اور یہ روایت بھی اسی دلائل النبوۃ میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں قباث سے اسی قسم کا سوال کیا تھا جو روایت سابق میں ہے اور انہوں نے جواب دیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکبر تھے اور ولادت میری پیشتر ہے۔ اور عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہی ادب ملحوظ رکھا چنانچہ ابن عساکر اور ابن نجار نے روایت کیا ہے ابن عباسؓ سے کہ پوچھا کسی نے عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آپ اکبر ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا اکبر حضرت تھے لیکن میں حضرت سے پیشتر پیدا ہوا اور صدیق اکبرؓ نے بھی کمال ادب سے یہی عرض کیا کہ استفسار فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہ میں بڑا ہوں یا تم۔ عرض کیا کہ آپ اکبر اور اکرم ہیں اور عمر میری زیادہ ہے روایت کیا اس کو امام احمد بن حنبل نے تاریخ میں اور خلیفہ بن خیاط اور ابن عساکر نے۔ اب اس ادب کو دیکھئے کہ باوجود یہ کہ اس موقع میں لفظ اکبر اور اسن دونوں کے ایک معنیٰ ہیں۔ مگر اس لحاظ سے کہ لفظ اکبر مطلق بزرگی کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہوتا ہے صراحۃً اس کی نفی کردی اور مجبوراً لفظ اسن کو ذکر کیا۔ کیونکہ صراحۃً مقصود پر دلالت کرنے والا سوائے اس کے کوئی لفظ نہ تھا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ جن کی تعظیم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب میں یہ حال ہو تو ہم کو کس قدر ادب کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

●●

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

تحصیل علم اور اسلام

حامد محمد خان حیدرآباد

انسان کو زمین پر بھیجنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو اسماء حسنہ کا علم عطا فرمایا (وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا) اور اسی بنیاد پر فرشتوں سے سجدہ کرایا (وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوْا لِآدَمَ فَسَجَدُوْا) گویا خلافت فی الارض کا منصب سنبھالنے کے لئے سب سے بڑھ کر جو چیز ضروری تھی وہ علم کے اسلحہ سے لیس ہونا تھا، معلوم ہوا کہ کم علم آدمی فرشتہ صفت تو ہوسکتا ہے مگر خلافت فی الارض کی گراں بار ذمہ داریوں کو کماحقہ ادا کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کام کے لئے تو تمام علوم (الاسماء کلہا) کا جاننا ضروری ہے۔ عبادت و زہد، کے لئے تھوڑا سا علم کافی ہے مگر دنیا کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق چلانے کے لئے تمام علوم پر حاوی ہونا ضروری ہے۔ آپ اسلام کی تاریخ پر غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ جب تک مسلمان علوم کے امام رہے دنیا ان کے زیر نگیں رہی مگر جب علوم کا سر رشتہ ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا تو وہ محکوم ہوکر رہ گئے اور یہ لے اس قدر آگے بڑھی کہ انہوں نے اسلام کو ہی اپنی زبوں حالی کا سبب قرار دے دیا اور اسلام اور پسماندگی دونوں لازم و ملزم قرار پاگئے۔ اسلام نے اور پیغمبر اسلام محمدؐ نے علم کے حصول پر جس قدر زور دیا ہے کسی دوسرے دین نے نہیں دیا۔

اب میں اختصار کے ساتھ یہ بتاؤں گا کہ حضور نبی کریمؐ نے علم کے حصول پر کتنا زور دیا ہے اور تحصیل علم کی کس کس طرح تاکید اور ہمت افزائی کی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے (ابن ماجہ، بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: خواہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو میری طرف سے لوگوں تک پہنچاؤ (بخاری) حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: سونے چاندی کی طرح انسانوں کی بھی قسمیں ہیں، حالت اسلام میں بھی وہی بہتر ہیں جو حالت جاہلیت میں بہتر تھے بشرطیکہ دین کا فہم حاصل کریں۔ (مسلم)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، دینے والا تو اللہ ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: دو کے علاوہ کسی پر رشک (حسد) کرنا جائز نہیں۔ ایک تو وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے بہت سا مال دیا ہو اور وہ راہ خدا میں صرف کردینے پر تلا ہو، دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی ہو جس کے مطابق وہ فیصلے کرتا ہو اور جس کی وہ دوسروں کو تعلیم دے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا، موت انسان کے عمل کو ختم کردیتی ہے مگر تین صورتوں میں اس کے عمل کا فیضان جاری رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ کی صورت میں یا ایسے علم کی شکل میں جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں یا ایسی اولاد کی صورت میں جو والدین کے لئے دعا خیر کرے۔ (مسلم) نیز جو شخص علم کی تلاش میں نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے لئے جنت کا ایک راستہ آسان کردیتا ہے۔ جب کبھی اللہ کے گھر میں لوگ کتاب اللہ کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ملائکہ انہیں اپنے سائے میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کے سامنے ان کا ذکر خیر فرماتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوامامہ باہلیؓ راوی ہیں کہ آنحضرتؐ کے سامنے دو اشخاص کا ذکر آیا ایک عابد کا اور دوسرے عالم کا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہی

ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کمترین آدمی پر، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ بل میں رہنے والی چیونٹی اور سمندر کی تہوں میں رہنے والی مچھلیاں اس شخص پر سلام بھیجتی ہیں جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا ہے۔ (ترمذی۔ داری) پھر آپؐ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک تنہا فقیہ شیطان کے لئے ہزاروں عابدوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ (ترمذی ابن ماجہ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جو شخص طلب علم کے لئے گھر سے نکلتا ہے وہ واپس لوٹ آنے تک اللہ کے راستے میں ہوتا ہے۔ (ترمذی، داری)

حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: رات کے وقت ایک گھنٹہ علمی مذاکرہ کرنا رات بھر عبادت سے بہتر ہے۔ (داری)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ راوی ہیں کہ آنحضرت مسجد نبوی میں قائم دو مجلسوں کے پاس سے گذرے اور فرمایا: دونوں ہی گروہ اچھا کام کر رہے ہیں مگر ایک گروہ کا کام زیادہ اچھا ہے۔ ایک گروہ یاد الٰہی میں معروف ہے، اللہ چاہے تو ان کی دعا کو قبول کرے اور چاہے تو رد کردے، مگر یہ دوسرا گروہ تو علم و فقہ کی تعلیم دے رہا ہے اور ناواقف کو علم سکھا رہا ہے تو یہ زیادہ اچھا ہے اور میں تو معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور یہ بات فرماتے ہوئے آپ اس گروہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ (داری)

حضرت عائشہؓ کے بعد آپؐ کی کنیز عمرہ بنت عبدالرحمن بڑی عالمہ تسلیم کی گئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں حدیث جمع کرنے اور علم کو قلم بند کرنے کا کام ہو رہا تھا تو خلیفہ نے حکم دیا کہ عمرہ بنت عبدالرحمن کے پاس جو علم کا ذخیرہ ہے اس کو فوری قلم بند کرلو۔ نبی کریمؐ کی ان ترغیبات کا اثر یہ ہوا کہ صحابہؓ نے غلاموں کی تعلیم پر توجہ کی، غلام موالی بڑے بڑے اماموں کے استاد بنے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے غلام حضرت نافع تھے یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے استاد بنے۔

آپؐ نے نئی نئی زبانیں سیکھنے کی ہمت افزائی فرمائی۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے عبرانی اور سریانی زبانیں ۱۷ دن میں سیکھ لیں۔ حضرت زیدؓ نے آپؐ کے ایک خادم سے یونانی، دوسرے خادم سے حبشی زبانیں سیکھیں۔

نبیؐ نے فنی تعلیم (Technical Education) کی جانب توجہ فرمائی۔ حضرت عمار بن یاسرؓ جنگ حنین میں روم سے درآمد کی گئی مشینیں چلا رہے تھے۔

دوسرے علوم کو سیکھنے کی جانب بھی آپؐ نے توجہ مبذول کرائی۔ ریاضی، طب، علم انساب وغیرہ سیکھنے کا حکم دیا۔ آپؐ نے فرمایا اے اولاد اسماعیل تیر اندازی سیکھو، تمہارے والد اسماعیل تیر انداز تھے۔ آپؐ نے تیراکی سیکھنے کا بھی حکم دیا ہے۔ دوڑ کے مقابلہ میں اور کشتی کے مقابلہ میں آپؐ نے خود بھی حصہ لیا۔ آپؐ نے تیر اندازی، تیراکی اور شہسواری کا بھی حکم دیا۔

جزیرۃ العرب کی دینی اور تعلیمی ضروریات کا مناسب انتظام فرمایا۔ مسجد صفاء یمن میں حضرت وبر بن یحنس الانصاری کو مقرر فرمایا۔ مسجد نجران میں حضرت عمرو بن حزمؓ کو مقرر فرمایا۔ آپ نے تعلیمی وفود روانہ فرمائے۔ اس کے اثرات پھیلتے گئے۔ خلافت صدیقی میں خواتین کی تعلیم کے لئے مکاتب قائم کئے گئے۔ خلافت فاروقی میں نظام تدریس کی تشکیل ہوئی۔ مکاتب کی تشکیل ہوئی۔

Non Formal Deucation غیر رسمی (عوامی) تعلیم کا آغاز ہوا۔

Cumpulsory Education جبری تعلیم کو سب کے لئے لازمی قرار دیا گیا۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں Women Education کے لئے خواتین کے ذریعہ مدارس چلائے گئے۔

اساتذہ کی تربیت کے لئے Teachers Training کا نظم کیا گیا۔

Extra Carricula

Activities غیر درسی تعلیم کا حکم دیا۔ اور اس کا انتظام فرمایا۔

حرم محترم مکہ مکرمہ میں حضرت عمرؓ نے عبداللہ ابن عباسؓ کو مدرس مقرر فرمایا۔

مسجد نبوی مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابتؓ کو مقرر فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے جامع مسجد کوفہ کے لئے عبداللہ بن مسعودؓ کو مدرس مقرر فرمایا۔ جامع مسجد بیت المقدس میں حضرت عمرؓ نے معاذ بن جبلؓ کو مدرس مقرر کر کے بھیجا تھا۔ ان کی عظمت کا اندازہ ان کے متعلق حضرت عمرؓ کے قول سے ہوتا ہے کہ ”عورتیں معاذؓ جیسا انسان پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔“

جامع مسجد دمشق کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو صدر مدرس مقرر فرمایا۔

جامعہ مسجد حمص کے لئے حضرت عمرؓ نے عبادہ بن صامتؓ کو صدر مدرس مقرر کر کے بھیجا تھا۔

نبی کریمؐ کی تعلیمی تحریک نے تدبر و تفکر کی کنجیوں سے علوم و فنون کے بند خزانوں کے دروازے ساری نوع انسانی کے لئے کھول دیئے۔ حضورؐ ہی کی تیار کردہ جماعت نے بین الاقوامی دور تہذیب کا افتتاح کیا۔

اگر مسلمان علم کا شوق نہ رکھتے اور غیر متعصب نہ ہوتے تو آج دنیا جمہوریت (Democracy) کا لفظ بھی نہیں سن سکتی تھی۔ فلسفہ اور عقلی علوم کے ترجمہ کے سلسلہ میں مورخین نے ایک بڑا دلچسپ واقعہ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

یہ وہ زمانہ تھا کہ عقلی علوم روما میں ایک معصیت سمجھے جاتے تھے۔ ان سے متعلق کتابیں قسطنطنیہ کے ایک مکان میں بند کردی گئی تھیں اور ہر بادشاہ اس مکان میں ایک تالے کا اضافہ کردیتا تھا۔ مامون الرشید (۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ) نے جب ان کتابوں کو بغداد بھیجنے کی خواہش کی تو قیصر نے اپنی مشیروں سے پوچھا کہ اگر یہ کتابیں بغداد بھیج دی جائیں تو مجھ پر دنیا میں کوئی وبال یا آخرت میں مواخذہ تو نہ ہوگا۔ اس پر ایک راہب نے جواب دیا وبال اور مواخذہ نہیں بلکہ ثواب ملے گا، کیونکہ یہ منصب میں داخل ہو جائیں ان کی بنیادیں ہلا دیں۔ چنانچہ یہ کتابیں جو افلاطون، سقراط، جالینوس کی تصانیف پر مشتمل تھیں بغداد روانہ کردی گئیں۔ ان میں Plato کی تصنیف Republican بھی موجود تھی۔ جس میں جمہوریت Democracy کا لفظ موجود تھا اور اس کا ترجمہ پہلے عربی زبان میں ہوا اور اس کے بعد انگریزی زبان میں ہوا۔

اس کے علاوہ مسلمانوں نے دیگر علوم میں ایسی ایسی کتابیں لکھیں کہ آج بھی وہ اپنی فن کی بنیادی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔

محمد بن موسیٰ خوارزمی نے صفر کا استعمال اور Zero کی Valuve معلوم کی۔ ریاضی، الجبر اور علم فلکیات پر بڑی معیاری کتابیں لکھیں اور ان علوم میں اضافہ کیا۔

Mechanic یعنی مختلف آلے بنانے کو تین بھائیوں نے جو بنو موسیٰ بن شاکر کہلاتے تھے بڑی ترقی دی اور ان علوم پر ایسی کتابیں لکھیں جو پہلے کبھی نہیں لکھی گئیں۔

مامون الرشید کے زمانے میں کرۂ زمین کی پیائش تین بھائیوں نے کی تھی جن کے نام احمد، حسن اور محمد تھے۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ مسلمان کیمسٹری کے موجد ہیں۔ جابر بن حیان کو علم کیمیا کا جد امجد (Father of Chemistry) کہا جاتا ہے۔ جابر بن حیان نے علم کیمیاء پر ایک سو کے قریب کتب اور رسالے تصنیف کئے۔ اس کی ترجمہ شدہ کتابوں میں Book of Kingdon & Book of Balance انگلش میں دستیاب ہیں۔

پروفیسر HITTI نے لکھا کہ جابر کی کتب میں یوروپ اور ایشیا کے علم کیمیاء پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ اس کی کتاب الکیمیاء کا لاطینی میں ترجمہ انگریزی عالم رابرٹ نے ۱۱۴۴ء میں کیا تھا۔ علم کیمیاء میں بہت سی اصطلاحات عربی سے ماخوذ ہیں، جیسے الکحل، انٹی مونی سوڈا۔

فزکس: قرون وسطیٰ کے نامور طبیعات دانوں میں سے الکندی، الرازی، اور البرونی کے نام قابل ذکر ہیں۔ الکندی نے دو سو کے قریب کتب تصنیف کیں جن میں سے ۳۹ علم ہیئت پر ۲۴ طب پر پانچ نفسیات پر ۴۴ علم طبعیات پر تھیں۔

(بقیہ ...۱۳... صفحہ پر)

میرا دل خوش ہوگیا

بلاشبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی مسلمانوں کے لئے ایک مینارۂ نور ہے، کیونکہ صحابہؓ بلاواسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا نمونہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو عدول اور ستاروں کی مانند قرار دیتے ہوئے فرمایا: "**بایهم اقتدیتم اهتدیتم**" (مشکوٰۃ:۵۵۴) کہ تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤں گے۔ یہ حضرات اتنے خوش نصیب تھے کہ اللہ رب العزت نے ان کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت سنادی اور فرمایا: "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" (البینۃ:۸) کہ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور یہ لوگ اللہ سے راضی ہوگئے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی اس عظیم کامیابی کی اصل وجہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔ یہ حضرات اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور ان کی سنتوں پر دل وجان سے فریفتہ تھے۔ ہر صحابی کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ اپنی خوشی وراحت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی وراحت پر قربان کرتے تھے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، سب سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہونے والے خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کی زندگی کو دیکھ لیجئے کہ اطاعت نبویؐ اور عشق نبویؐ ان کی رگ ونس میں کس طرح پیوست تھی اور وہ کس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثار تھے کہ سفر، گھر اور بازاروں میں ہر جگہ آپؐ کے ساتھ رہے اور خدمت نبویؐ کا شرف حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ سب سے کٹھن وقت ہجرت مدینہ کے موقع پر آپؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یارغار رہے اور اپنی ذات سمیت پورے گھر کو آپ صلی اللہ علیہ ولم کی خدمت میں لگائے رہے۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسی جذبہ محبت کو بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا پیر ذوالفقار علی نقشبندی دامت برکاتہم اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں:

"غور کیجئے! کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خود ساتھ تشریف لے جارہے ہیں، بیوی سے کہہ دیا کہ ہمارے لئے کھانا بنادینا، بیٹے سے کہہ دیا کہ سردارانِ قریش کی سب باتیں رات کو ہمیں پہنچادینا، غلام سے کہہ دیا کہ ریوڑ چرانے کے بہانے دودھ پہنچادینا اور بیٹی اسماء سے کہہ دیا کہ تمہاری امی کھانا بنائے گی تو وہ کھانے ہمیں پہنچادینا، چنانچہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما غار ثور میں پہنچاتی رہیں۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا ایک دفعہ کھانا لے کر حاضر ہوئیں تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ پیشانی پر زخم کا نشان پڑا ہوا ہے، مرجھائی ہوئی سی طبیعت ہے۔ پوچھا: اسماء! کیا ہوا؟ اسماء کہنے لگیں: اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! کل جب کھانا دے کر واپس جارہی تھی، تو راستے میں ابوجہل مل گیا۔ وہ کہنے لگا: ابوبکر کی بیٹی! تجھے تو پتہ ہوگا کہ تمہارا باپ کدھر ہے اور جہاں تیرا باپ ہوگا وہیں مسلمانوں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے، بتا کیا تجھے پتہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں! مجھے پتا ہے۔ پھر پوچھا کہ یہ بھی پتا ہے کہ تمہارے پیغمبر کہاں ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! یہ بھی پتا ہے۔ جب سچ کہہ دیا تو ابوجہل نے پکڑ لیا اور کہنے لگا: بتا کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟ نہیں بتاؤ گی تو ماروں گا۔ میں نے کہا: نہیں بتاتی۔ چنانچہ میں ڈٹی رہی۔ اس نے اچانک ایک زوردار تھپڑ میرے چہرے پر لگایا، جس کی وجہ سے میرے دانتوں سے خون نکل آیا۔ آقا! میں نیچے گری، پتھر پہ میری پیشانی لگی اور خون نکل آیا۔ اس نے مجھے بہت مارا کہ بتادے، مگر میں نے اس کی مار برداشت کی۔ بالآخر میں نے کہا: ابوجہل! تیرا جتنا جی چاہے مار لے، میری جان تو تیرے حوالے نہیں کروں گی۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے یہ بات سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاریخی جملے اس وقت ارشاد فرمائے: "ابوبکر! میں نے دنیا میں سب کے احسانات کا بدلہ

دے دیا ہے، لیکن تیرے احسانات کا بدلہ اللہ دے گا۔" (تاریخ بن خلدون)

غار ثور سے آگے چلے۔ راستے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک لگتی ہے، کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے: کیونکہ غار ثور تک تو پیچھے سے کھانا آتا تھا، لیکن آگے کچھ نہیں تھا۔ ایک جگہ ایک عورت کے پاس بکری تھی، جو دودھ نہیں دیتی تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے اور پوچھا: کیا میں اس کا دودھ نکال سکتا ہوں؟ اس نے کہا کہ یہ تو دودھ ہی نہیں دیتی۔ کہنے لگے۔ اجازت دے دیں۔ اس نے اجازت دے دی۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ اس کے تھنوں میں دودھ آگیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دودھ لے کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تاریخی جملہ کہا، فرمایا: "فشرب حتیٰ رضیت" کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا پیا کہ میرا دل خوش ہوگیا۔ سبحان اللہ! یوں کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا پیا کہ میرا دل خوش ہوگیا۔ یہ نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا پیا کہ ان کا دل خوش ہوگیا۔ یہ عشق ومستی کی بات ہے۔

یہ تو ایک صحابی کا جذبہ عشق کا بیان تھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت میں کہا: "میرا دل خوش ہوگیا"۔ اسی طرح تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا دل وایمان عشق نبویؐ سے معمور تھا۔ یہ لوگ ہمیشہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے جویاں رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنی نجات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں پر تھا اور ایمان دراصل اسی کا نام ہے کہ آدمی بالکل اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوجائے اور اپنے سارے تعلقات اور خواہشات کو ان کے تعلق پر اور ان کے دین کی راہ میں قربان کرسکے۔

اس حیثیت سے صحابہؓ کی زندگی ہمارے لئے ایک نمونہ ہے کہ ہم بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں سے محبت کرکے اپنی زندگی کو کامیاب بنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی انہیں کے ساتھ اور انہیں میں سے کردے۔ (آمین) ●●

بقیہ .... تحصیل علم اور اسلام

اس نے ایسے پیچیدہ سوالات کا حل پیش کیا جیسے عناصر اربعہ کی ماہیت کیا ہے؟ زمانہ کیا ہے؟ گرمیوں کی فضا خشک کیوں ہوتی ہے؟ اس کی چند کتابوں کے نام ہیں۔

اسپین کے اسکالر ابن ماجہ نے طبعیات میں نو نئی تھیوری پیش کی وہ ابن ارشد کی کتابوں سے ہوتی ہوئے گیلیلیو جیسے سائنسداں تک پہنچیں۔ گیلیلیو، اٹلی کے شہر پیڈوا (Padua) کا رہنے والا تھا جہاں قرونِ وسطیٰ میں تراجم کا بہت کام ہوا۔ اس حقیقت کا ذکر یورپ کے ایک مصنف Barkhard نے اپنی کتاب، مورش کلچر ان اسپین، میں بھی کیا ہے۔ مثلاً ابن ماجہ Avempace نے یہ تھیوری پیش کی کہ Speed of moving body is equal to the moving force اسی طرح اس نے یہ تھیوری بھی پیش کی کہ وہ قوت جس کی وجہ سے سیب درخت سے نیچے زمین کی طرف گرتا ہے اس قوت یا فورس کی وجہ سے اجسام سماوی بھی حرکت کرتے ہیں۔

مسلمان طبعیات دانوں کا ذکر ابن الہیثم جیسے نامور آفاقی سائنسداں کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔ ول یوارنٹ جیسے مغربی فاضل نے اپنی کتاب Age of Faith میں اس کی یادگار کتاب المناظر کو ماسٹر پیس آف آپٹکس کہا ہے۔ ابن الہیثم نے جو ریسرچ حدبی عدسوں پر کی تھی اس پر مزید تحقیق سے یوروپ میں مائیکرو اسلوب اور ٹیلی اسکوپ ایجاد ہوئے ہیں۔

یہ تھی ملت اسلامیہ کی تاریخ اور اس کا ماضی آج کے حالات اس کے برعکس ہیں۔ ملت اسلامیہ میں علمی انحطاط اور تعلیمی پسماندگی عام ہے۔ ان حالات کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے اور اسی وقت ملت ساری انسانیت کے لئے مفید اور رحمت ثابت ہوسکتی ہے۔ اپنے زوال کو عروج سے بدل سکتی ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

●●

محمد قمر الزماں ندوی

محمدؐ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

ایک مومن کے کامل اور سچا مومن ہونے کے لئے شرط ہے کہ اس کے دل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت اور صحیح عشق ہو۔ وہ اپنی خواہشات کو اپنی چاہت کو احکام شریعت اور ذات رسالت کے لئے فنا کردینے والا ہو اس کی نگاہ میں والدین، لڑکے اور سارے لوگوں کے مقابلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سب سے زیادہ محبوب ہو۔ آنحضرتؐ نے خود فرمایا **لایومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین۔** تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول! ہر ایک کی محبت مغلوب ہوچکی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اپنی ذات سے تعلق زیادہ ہے۔

آپؐ نے فرمایا عمر ابھی نہیں حضرت عمر نے قدرتوقف کے بعد فرمایا کہ اب تو اپنی ذات سے زیادہ آپ کی محبت معلوم ہوتی ہے فرمایا ہاں اب (ایمان مکمل ہوا)۔

الغرض ایمان کی تکمیل جبھی مکمل ہے اور ایک مسلمان پورا مومن تب ہی ہوسکتا ہے کہ دنیا کے تمام رشتوں سے اور دنیا کے تمام انسانوں سے حتیٰ کہ اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اس کو رسولؐ سے محبت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا یہ حال تھا کہ مشرکین مکہ نے بھی اس کی گواہی دی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ جب آنحضرتؐ سے گفتگو کر کے مشرکین مکہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے عرب وعجم کے بادشاہوں کو دیکھا ہے۔ ان کے درباروں میں گیا ہوں لیکن بخدا میں نے محمدؐ کے ساتھیوں کو جتنا محمدؐ کا فدائی دیکھا اس کی مثال مجھے کہیں نہیں ملی وہ تھوکتے ہیں تو تھوک زمین پر گرنے نہیں پاتا، وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی وہ اپنے ہاتھوں میں لے کر ملتے ہیں۔

حضرت خبیبؓ کو جب پھانسی پر لٹکایا گیا تو کسی مشرک نے کہا کہ ہاں اب تم یہ سوچتے ہوگے کہ (معاذ اللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری جگہ ہوتے اور تم چھوٹ جاتے حضرت خبیبؓ نے فرمایا کہ مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ آپ کے قدم مبارک میں کانٹا چبھے اور میں چھوٹ جاؤں۔ حضرات صحابہؓ کی محبت وعقیدت کا یہ حال تھا کہ آپ کے چشم آبرو کے وہ منتظر رہتے حکم اور اشارہ ملتے ہی پہلے مرحلے میں عمل شروع فرمادیتے کبھی کبھی تفصیل ووضاحت اس کی بعد میں ہوتی چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ آپؐ خطبہ دے رہے تھے حضرت ابومسعود مسجد نبوی کے دروازے تک پہنچے تھے کہ آپؐ نے اعلان فرمادیا کہ تمام لوگ بیٹھ جائیں وہ وہیں بیٹھ گئے، آپؐ نے فرمایا اندر آجاؤ انہوں نے فرمایا کہ آپ کے ارشاد کے بعد اس کی گنجائش ہی کہاں تھی کہ ام عبد کا بیٹا کھڑا رہتا۔

صحابہ کرامؓ کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا خطاب اور لقب ہی اس بنا پر ملا کہ وہ سب رسولؐ کے اتنے عاشق اور چاہنے والے تھے کہ دنیا کی تمام چاہتیں ان پر قربان تھیں۔ صحابہ کرامؓ آپ کے حکم کے منتظر نہیں رہتے کوئی علامت یا اشارہ بھی مل جاتا جس سے آپ کے رجحان اور قلبی میلان کا پتہ چلتا تو فوراً اسے اپنے سینے سے لگالیتے اور اسی وقت اس پر عمل شروع کردیتے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستے میں ایک انصاری صحابیؓ کے دروازے پر نظر پڑی جس پر ایک خوبصورت سا قبہ بنا ہوا تھا جس سے بظاہر دنیاوی ٹیپ ٹاپ کا احساس ہورہا تھا۔ صحابہ کرامؓ سے آپؐ نے دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے؟ حاضرین نے جواب دیا کہ فلاں شخص کا یہ مکان اور قبہ ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس طرح کا مال اس کے مالک کے لئے قیامت کے دن وبال جان ہوگا۔ اس قبہ کے مالک انصاری صحابی کو جب آپ کی کراہت اور ناپسندیدگی کا علم ہوا تو انہوں نے فوراً قبہ توڑ دیا۔ دوبارہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس راستے سے گزر ہوا تو قبہ نظر نہیں آیا آپؐ نے قبہ کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے پوچھا تو جواب ملا کہ آپ کی ناپسندیدگی کے سبب اس نے قبہ توڑ دیا آپؐ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اللہ اس پر رحم کرے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ ایک دن رسولؐ نے مجھ کو کسم کا رنگا ہوا گلابی رنگ کا کپڑا پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ میں اس ارشاد گرامی سے سمجھ گیا کہ آپ نے میرے اس کپڑے کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے چنانچہ میں فوراً گیا اور اس کپڑے کو جلا ڈالا تو آنحضرتؐ نے پوچھا تم نے اس کپڑے کو کیا کیا؟

میں نے عرض کیا کہ میں نے اس کو جلا ڈالا آپؐ نے فرمایا تم نے اس کپڑے کو اپنی کسی عورت کو کیوں نہیں پہنادیا کیونکہ عورت کے لئے اس قسم کے کپڑے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مشکوۃ)

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین مخاطب حضرات صحابہؓ تھے اور انہی کے واسطے سے پوری دنیا میں اسلام کی اشاعت ہوئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو منتخب بنایا تھا۔ اس جماعت کے دل و دماغ پر آنحضرتؐ کی محبت و عظمت کے جو گہرے نقوش ثبت ہوئے تھے اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ حضرات صحابہ کرام آپ کے جذبات ورجحانات پر بھی دل وجان سے قربان تھے۔ آپ کے فیصلے ان کے لئے آخری فیصلے ہوا کرتے تھے۔ صحابہ کرام کی زندگی میں ایک بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کسی معمولی صحابی نے بھی آنحضرتؐ کے احکام، ارشادات و فرمودات سے سرمو انحراف کیا ہو۔ آنحضرتؐ سے یہ عشق ومحبت اور جاں نثاری صرف مردوں کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ صحابیات کے اندر بھی عشق نبی اور محبت رسول کا کامل جذبہ موجود تھا ان کے دلوں میں بھی آنحضرتؐ کے لئے نفس کی قربانی خواہشات کی قربانی اور جذبات کی قربانی مکمل طور پر پائی جاتی تھی۔ جس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ بریدہؓ اسلمی نامی ایک صحابی بہت رنجیدہ خاطر ہوکر دربار رسالت میں حاضر ہوئے، چہرے سے حزن وملال ٹپک رہا تھا کچھ کہنا چاہتے تھے مگر جھجک رہے تھے ان کو جب آپؐ نے اس حال میں دیکھا تو شفقت سے پوچھا اسلمی! کیوں اس قدر مغموم ہو کون سی آفت آپڑی؟ اللہ نے چاہا تو تمہارا غم راحت میں بدل جائے گا۔ آپؐ کے اس محبت آمیز برتاؤ سے اسلمی کا دل بھر آیا اور کہا پیارے آقا! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! غلام کی مدت سے آرزو ہے کہ اس کی شادی ہوجائے لیکن اس کی یہ آرزو تو بس ایک خواب بن کر رہ گئی ہے۔ میری بدصورتی کی وجہ سے کوئی مجھ سے شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، جہاں بھی پیغام دیا، نفرت و حقارت سے ٹھکرادیا گیا، اتنا کہنے کے بعد اسلمی کے چہرے پر دکھ درد کے آثار اور بڑھ گئے، محسن انسانیت سے رہا نہ گیا فرمایا ''اسلمی'' جاؤ معلوم کرو کہ اس وقت عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت کون سی لڑکی ہے؟ میں اس سے تمہاری شادی کراؤں گا۔

اسلمی نے حیرت اور تعجب سے اپنے آقا کے الفاظ کو سنا اور نہایت لجاجت سے عرض کیا: پیارے آقا! بدصورت کی کیا ایسی قسمت کہ کوئی معمولی لڑکی بھی مل جائے، آپ مجھے آزمائش میں نہ ڈالئے۔ سرکار نے دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا ''اسلمی! خدا کی ذات پر بھروسہ رکھو ان شاءاللہ عرب کی

منتخب اور خوبصورت عورت سے تمہارا نکاح کرایا جائے گا۔ جاؤ تم تحقیق کرو اور مجھے اطلاع دو۔ اسلمی فرمانِ رسول قبول کرتے ہوئے نکل پڑے اور دریافت کر کے خبر دی کہ فلاں قبیلے کے سردار کی لڑکی سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ آپؐ نے کہا اسلمی جاؤ اور لڑکی کے باپ کو میرا اسلام کہو اور کہو کہ محمدؐ نے تمہاری لڑکی کے لئے منتخب کر کے بھیجا ہے۔ اسلمی ان کے گھر گئے اور "علیک سلیک" کے بعد رسول کا یہ پیغام سنا دیا۔ اس پر لڑکی کے والد نے برانگیختہ ہو کر اسلمی کو بہت سخت وست الفاظ کہے اور نہایت حقارت آمیز سلوک کر کے وہاں سے بھگا دیا وہ مایوس اور بوجھل طبیعت ہو کر لوٹنے لگے۔

ادھر لڑکی نے باپ کو یوں غصہ ہوتے دیکھ کر پوچھا! ابا جان کون آیا ہے اور آپ اس قدر خفا کیوں ہو رہے ہیں؟ باپ نے بیٹی سے کہا تم بریدہ اسلمی کو جانتی ہو؟ بیٹی نے جواب دیا ہاں ابا جان اچھی طرح جانتی ہوں، عرب کا وہ بدصورت شخص جس کی بدصورتی ضرب المثل بن گئی ہے۔ باپ نے لاپرواہی سے جواب دیتے ہوئے کہا: ہاں وہی آیا تھا اور کہہ رہا تھا کہ رسولؐ نے اس کو تمہارے لئے منتخب کر کے بھیجا ہے۔ تو آپ نے کیا جواب دیا؟ لڑکی نے چونک کر پوچھا۔

کیا جواب دیتا جھڑک کر نکال دیا۔ جی تو یہ چاہ رہا تھا کہ زبان کھینچ لوں۔ کمبخت پیام دینے بھی آیا تو میری چاند جیسی بیٹی کو جس کے لئے شرفائے عرب کے کئی نوجوان اپنی پلکیں بچھانے کے لئے تیار ہیں۔ یہ صورت اور یہ ارادے۔

لڑکی نے بے چین ہو کر کہا: ابا جان یہ آپ نے کیا کیا میں خوب جانتی ہوں کہ آنے والا شخص نہایت بدصورت ہے اور ہرگز ہرگز آپ کا داماد بننے کے لئے لائق نہیں۔ لیکن ذرا یہ تو دیکھئے کس نے بھیجا ہے؟ شاعر کی زبان میں لڑکی نے یوں جواب دیا:

غور کر ابا نہ اس کے رنگ تو کالے کو دیکھ
میں یہ کہتی ہوں کہ اس کے بھیجنے والے کو دیکھ
میں نے یہ مانا کہ یہ کالا حسن میں بھی ماند ہے
بھیجنے والا تو ابا چودھویں کا چاند ہے

اس طرح سے صالحہ لڑکی نے باپ کو سمجھایا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی یاد دہانی کراتے ہوئے کہا کہ فوراً جایئے معافی مانگ کر رضامندی کا اظہار کیجئے! میں تو شادی کے لئے دل و جان سے تیار ہوں۔ چنانچہ وہ صحابی اسلمی کے پہنچنے سے پہلے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے اور اپنی نادانی کا اظہار کر کے خوشی خوشی اس نسبت کیلئے تیار ہو گئے۔ (بحوالہ شمع راہ)

شادی بار بار نہیں کی جاتی اس لئے لڑکی اور لڑکے کے والدین کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اچھا ماحول اچھا گھرانہ ملے۔ لڑکا خوب اور خوبصورت اور خوب سیرت ہو لڑکے کے والدین کی بھی دلی تمنا ہوتی ہے کہ لڑکی صورت اور سیرت کی جامع ہو لڑکے کی طبیعت کے واقف ہو بسا اوقات رشتے کے انتخاب میں برسوں خاک چھاننا پڑتا ہے۔ رشتے کے انتخاب میں اگر کوئی کمی واقع ہو جائے تو نباہ کی صورت مشکل ہو جاتی ہے۔ اس واقعہ میں بھی اگر حضرت بریدہ اسلمی بذات خود لڑکی کے پاس پیغام لے کر جاتے تو لڑکی انکار کر جاتی لیکن حکم تھا رسول کا اشارہ تھا آقا مدنی کا اس لئے اس صحابیہ نے اپنی خواہشات اور جذبات کو قربان کر دیا اور اس نے اس رشتے کو خوشی خوشی قبول کر لیا۔

اطاعت و تابعداری، جاں نثاری و قربانی اور نقل و اتباع کی ایسی مثال دنیا کی کوئی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ دراصل صحابہ کرام کی زندگی نقل و اتباع اطاعت و انقیاد کی بہترین تصویر تھی انہوں نے اپنی زندگی کے رخ کو اس ذات کی طرف کر دیا تھا جس سے بڑھ کر کسی کی زندگی قابل تقلید اور لائق اتباع نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے ساری محبت و عظمت کا محور اسی ذات کو قرار دیا تھا جس نے ان کو نئی زندگی عطا کی تھی۔ اس کے آگے کسی محبت و عظمت کی کوئی وقعت اور حیثیت نہیں تھی۔

اور تھی تو اسی کے واسطے سے تھی، اس ذات کے اشارے کے آگے جانیں قربان

تھیں۔ صحابہ کرامؓ آپ کے ہر ہر فیصلے پر صرف سر تسلیم خم ہی نہیں کرتے بلکہ اس میں شک و تذبذب کی راہ پیدا کرنے والے کو کیفر کردار تک پہنچا دیتے۔ دور نبویؐ میں ایک یہودی کا کسی مسلمان سے جھگڑا ہو گیا بتایا جاتا ہے کہ وہ مسلمان منافق تھا۔ اس لڑائی میں فیصلے کے لئے یہودی نے پیغمبر اسلام رسول اکرمؐ کے پاس جانے کا مشورہ دیا کیونکہ اس کو یقین تھا کہ آپ حق خلاف فیصلہ نہیں کر سکتے بشر نامی منافق جو بظاہر مسلمان تھا اس نے یہود کے سردار کعب بن اشرف کے پاس مقدمہ لے جانے کی رائے دی تادیر گفتگو کے بعد رسولؐ کے پاس فیصلے کے لئے پہنچے آپؐ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمادیا مسلمان آپ کے فیصلے پر راضی نہ ہوا اور حضرت عمرؓ کے پاس یہ مسئلہ لے جانے پر اس نے یہودی کو راضی کر لیا اس نے سمجھا کہ حضرت عمرؓ کفار کے معاملے میں سخت ہیں۔ وہ یہودی کے حق میں فیصلہ دینے کے بجائے میرے حق میں فیصلہ دیں گے۔ فاروق اعظمؓ کے پاس جب یہ دونوں پہنچے اور ان کو یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص جو اپنے بارے میں مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس نے اللہ کے نبی کا فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا ہے تو وہ اندر تشریف لے گئے اور ایک تلوار لا کر اس کو یہ کہتے ہوئے قتل کر دیا کہ جو شخص رسولؐ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا یہی فیصلہ ہے۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فلا و ربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجاً مما قضیت و یسلموا تسلیماً۔ (النساء ۶۵) سو آپ کے پروردگار کی قسم یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک کہ یہ لوگ اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں ہوں آپ کو حکم نہ بنالیں اور پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کر لیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے احکام القرآن)

لہٰذا ضرورت ہے کہ ہم مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں آنحضرتؐ کے رجحانات خیالات کو سو فیصد اپنانے کی کوشش کریں۔ آپؐ سے نسبت رکھنے والی ایک ایک چیز کی عظمت و محبت ہمارے دل میں ہو۔ آپ کی تعلیمات اور طریقہ ہر چیز پر مقدم ہو۔ بڑی سے بڑی خواہش کی اس کے سامنے کوئی وقعت اور حیثیت نہ ہو۔ جب حضور اکرم کا حکم اور فرمان سامنے آئے تو ہر چیز صحیح ہے۔ جو کھانا آپ کو لذیذ اور مرغوب تھا وہ ہمیں بھی مرغوب ہو جو لباس آپ کو پسند تھا وہ ہمیں بھی پسند ہو الغرض جو چیزیں آپ کو پسند تھیں وہ ہمیں بھی پسند ہو پھر کیا ہے؟

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

●●

بقیہ......جمعہ کے دن کی فضیلت

(صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، ح ۸۸۷، صحیح مسلم کتاب الجمعہ، ح ۸۵۰)

اس سارے بیان کا مقصد یہ ہے کہ ہم جمعہ کے دن کا حد درجہ اہتمام کریں، جس طرح ناچ گانے، اور بجانے اور منکر محفلوں کے لئے ہم جذباتی ہو جاتے ہیں، اس سے کئی گنا زیادہ جذبات جمعہ کے احترام میں ہوں، ہم کئی ایک محفلوں کو سجاتے ہیں اگر ان تمام محفلوں کو چھوڑ کر صرف جمعہ کا خطبہ سن لیں تو ہماری ہدایت کے بہت سے راستے کھل جائیں گے۔

ہماری درخواست ہے خطیب حضرات سے کہ وہ جمعہ کی اہمیت کو لوگوں پر واضح فرمائیں، یوم الجمعہ سے امت کا جذباتی لگاؤ پیدا کریں، یا تو جمعہ تک کاروبار بند رکھیں یا پھر نماز سے پہلے کاروبار کو مطلق بند کر دیں، اور نماز کے فوراً بعد کھولیں۔

اللہ بہترین روزی دینے والا ہے اس پر ہمارا یقین ہو، بھلا بتائیں تو سہی اگر جمعہ کا احترام ہم نہیں کریں گے تو کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو جمعہ کی قدر کرنے کی توفیق دے، یوم الجمعہ سے جذباتی لگاؤ پیدا فرمائے، اللہ تقویٰ کی زندگی نصیب کرے، جب تک زندہ رکھے اسلام پر رکھے جب ہمارا خاتمہ ہو تو ایمان پر ہو۔

وما توفیقی الا باللہ

●●

جمعہ کے دن کی فضیلت

محمد عبدالرحیم خرم جامعی بن محمد عبدالرحمٰن ندوی

جمعہ کی فضیلت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اٹھائیسویں پارہ میں سورۃ الجمعہ کے نام سے ایک عظیم سورت نازل فرمائی ہے، جس کے دوسرے رکوع میں آیت نمبر ۹/۱۱ جمعہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے، ان تینوں آیتوں کا ترجمہ اس طرح ہے۔

ترجمہ : اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، اور خرید وفروخت چھوڑو، یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو، پھر جب نماز پڑھ چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو، تاکہ تم فلاح پالو، اور جب کوئی سودا بکتا دیکھے یا کوئی تماشہ نظر آجائے تو اس کی طرف جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہی چھوڑ دیتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ بہترین روزی رساں ہے۔

میرے مسلمان بھائیو! جمعہ کا دن ہمارے لئے سید الایام ہے، الجمعۃ یوم العید، جمعہ عید کا دن ہے افضل وعظمت والا دن ہے، خیر کثیر و بھلائی والا دن ہے، اس دن کی افضلیت اللہ کی جانب سے ہے، اللہ نے اپنی جانب سے ہمارے لئے اس دن کو فضیلت والا بنایا ہے۔

قرآن وسنت میں اس دن کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں جن کو آپ علماء کے بیانات میں سنتے رہتے ہیں، ہمارا مقصد صرف فضائل بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ یوم الجمعہ سے جذباتی اور فکری لگاؤ پیدا کرنا ہے۔ ہماری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ جس طرح یہود ونصریٰ اپنے لئے ہفتہ، اور اتوار کو صرف تقدس والا دن سمجھتے ہیں ہم نے بھی جمعہ کو صرف تقدس والا دن سمجھ لیا ہے، اس دن کی اہمیت وفضیلت سے ہمارا جذباتی لگاؤ بہت کم ہے۔ جس کی وجہ سے اس دن کی ہم بہت کم قدر کرتے ہیں۔

سورہ جمعہ کے دوسرے رکوع کا سلیس اور آسان ترجمہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے اس ترجمہ پر ہم غور وفکر کریں اور اپنے ایمان کا جائزہ لے کر دیکھیں۔ تو چند نکات ہمیں ملتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) جب جمعہ کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کے لئے دوڑ کر آؤ (بھاگ کر آؤ، جلدی جلدی آؤ)

(۲) کاروبار چھوڑ دو (بند کردو، ترک کردو) اور اللہ کے ذکر کی طرف آؤ۔

(۳) ذکر اللہ کی طرف دوڑ کر آنا، اور کاروبار بند کرنا یہ دونوں عمل تمہارے لئے اتنے بہتر ہیں، جس کی حقیقت تمہیں معلوم نہیں، لہٰذا عمل کرو اور حقیقت کو جانو۔

(۴) اور کوئی بھی کاروبار دیکھو یا کھیل تماشہ ہو رہا ہو جس میں تمہاری دلچسپی ہو تو فوراً ان تمام چیزوں کو بھی ترک کرو اور ذکر اللہ کی طرف دوڑو۔

(۵) ایسے موقع پر فکر ایمانی یہ ہو کہ بے ساختہ ہماری زبانوں سے یہ الفاظ نکلیں کہ اس کھیل اور تماشہ اور تجارت سے بہترین تجارت تو اللہ کے ساتھ ہے، اور اس کے ذکر میں ہے۔

(۶) جذبہ اور یقین یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ بہترین روزی دینے والا ہے۔

یہ چھ نکات بیان کئے گئے ہیں، کیا کبھی آپ نے اس انداز میں جمعہ کی اہمیت سمجھنے کی کوشش کی ہے۔

ان آیتوں کے نزول کے وقت کے پس منظر پر غور فرمائیں، بخاری شریف، مسلم شریف اور مسند احمد حدیث

کی ان تینوں کتابوں میں یہ حدیث مذکور ہے کہ: ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک قافلہ آگیا، لوگوں کو پتہ چلا تو خطبہ چھوڑ کر باہر خرید وفروخت کے لئے چلے گئے کہ کہیں سامان کی خرید وفروخت ختم نہ ہوجائے صرف ۱۲ آدمی مسجد میں رہ گئے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی میرے ایمانی بھائیو! ذرا غور کرو کہ ہمارے اندر کتنی ایمانی حرارت ہے، کیا ہم جمعہ کے لئے مسجد کو اول وقت میں آتے ہیں، کیا جمعہ کی اہمیت کے پیش نظر ہم اپنی تجارت کو وقت سے پہلے بند کردیتے ہیں؟ کیا جمعہ کے قائم کرنے کی فکر اور تڑپ ہمارے اندر ہوتی ہے؟

اس کے برخلاف یہ دیکھا گیا ہے کہ جب خطیب خطبہ ختم کرچکا ہوتا ہے، یا خطبے کے آخری حصے میں ہوتا ہے تو ہم دوکان بند کرتے ہیں، اور مسجد میں داخل ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات بناء کسی تشریح کے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) نماز جمعہ کے لئے آنے والے لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) آدمی نماز جمعہ کے لئے آتا ہے لیکن دوران خطبہ کوئی فضول کام ہی کرتا ہے تو یہ اس کا نصیب ہے، اس کو جمعہ کا ثواب نہیں ملے گا، البتہ نماز ظہر کا ثواب مل جائے گا۔

(۲) دوسرا آدمی دعا کی نیت سے آتا ہے، اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کی دعا قبول فرمائے چاہے تو قبول نہ فرمائے۔

(۳) تیسرا آدمی جمعہ کے لئے آتا ہے خاموش اور پرسکون کسی مسلمان کی گردن نہیں پھلانگتا اور نہ ہی کسی کو تکلیف دیتا ہے اس شخص کی نماز اگلے جمعہ تک کے لئے کفارہ بن جاتی ہے، مزید تین دن کے لئے بھی کفارہ ہے۔ اسے یہ درجہ اس لئے حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ (من جاء بالحسنة فله عشر امثالها) (سورۃ الانعام/۱۶۰) جو آدمی نیکی لے کر حاصل ہوا اسے دس گنا ثواب ملے گا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الکلام والامام یخطب، حدیث ۱۱۱۳، مسند احمد، ج۲/۱۸۱)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جمعہ کا دن سب دنوں کا سردار دن ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ عظمت والا ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دن عید الاضحیٰ اور عید الفطر سے بھی زیادہ افضل اور عظمت والا ہے۔ (مسند احمد، ج۳/۴۳۰)

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ جو مسلمان بندہ بھی اس وقت میں کھڑا ہوکر نماز پڑھے اور کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمادیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ یہ وقت بہت مختصر ہوتا ہے۔ (یعنی یہ کہ مختصر سا وقفہ ہوتا ہے لہٰذا پورے اہتمام سے اس وقت کا فائدہ اٹھاؤ) بخاری ومسلم، کتاب الجمعہ، باب الساعة التي في يوم الجمعة)

یہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کے مکمل ہوتے تک ہے۔ (مسلم)

جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ جو مسلمان آدمی اس وقت میں اللہ تعالیٰ سے بھلائی مانگے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمادیتے ہیں اور یہ گھڑی عصر کے بعد کی ہے۔ (مسند احمد، ج۲/۲۷۳)

(۴) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اللہ تعالیٰ دنوں کو قیامت کے دن ان کی اصلی شکل کے مطابق اٹھائے گا، البتہ جمعہ کے دن کو چمکتا اور روشن بنا کر اٹھائے گا، جس طرح دلہن کو سہیلیاں رخصتی کے وقت گھیر لیتی ہیں اسی طرح جمعہ ادا کرنے والے اس کے ارد گرد جمع ہوجائیں گے جمعہ ان کا راستہ روشن کرے گا جس کی روشنی میں وہ چل رہے ہوں گے ان لوگوں کے رنگ برف کی طرح سفید ہوں گے، ان کی خوشبو کستوری کی طرح مہک رہی ہوگی، اور وہ کافور کے

پہاڑوں میں سے گزر رہے ہوں گے، جن وانس ان کا نظارہ کریں گے یہ لوگ خوش کن حیرانی کی وجہ سے نیچے نہیں دیکھ پائیں گے حتیٰ کہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ان کے اس مرتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکے گا سوائے ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اذان کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔ (المستدرک، ج۱/۲۷۷، کتاب الجمعہ)

میرے مسلمان بھائیو! ہمیں کچھ ایسے بدنصیب لوگ بھی دکھائی دیتے ہیں جن کے پاس جمعہ کا نہ کوئی احترام ہے اور نہ مقام، حتیٰ کہ نماز بھی ادا نہیں کرتے ایسے شقی اور بدنصیب لوگوں کے بارے میں چند ارشادات نبویؐ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (میں نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ ساتھی کو حکم دوں اور وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر جو مرد نماز جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں، انہیں ان کے گھروں سمیت جلا کر راکھ کردوں) (مسلم، ح۶۵۲، کتاب المسجد ومواضع الصلوٰۃ)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا (لوگ نماز جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا، آخرکار وہ ہمیشہ کے لئے غفلت کا شکار ہوجائیں گے) (مسلم، کتاب الجمعہ، ح۸۶۵)

(۳) حضرت ابوالجعد الضمریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول الہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (جس نے تین جمعے سستی، کوتاہی کی وجہ سے چھوڑ دیئے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگادیتا ہے) ایک اور روایت میں ہے کہ (وہ منافق ہوگا)۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، ح۱۰۵۲، سنن ترمذی کتاب الصلوٰۃ، ح۵۰۰، سنن النسائی، کتاب الجمعہ، ح۱۳۶۸)

میرے مومن بھائیو! ایسے بدنصیب کو جہنم سے بچایئے اور نماز کا پابند بنائے ورنہ اللہ ہم سب سے سوال کرے گا، اگر وہ سدھر نہ جائے تو اس سے تعلقات کو منطقع کرلیں، معاملہ داری توڑ لیں، جب تک کہ وہ راہ راست پر نہ آجائے، کہیں اس کا رنگ آپ پر نہ چڑھ جائے۔

کیا آپ جمعہ کے دن یہ کام کرتے ہیں؟

یوں تو جمعہ کے دن ہر کوئی غسل کرتا ہے، خوشبو لگاتا ہے، اور صاف ستھرے کپڑے بھی پہنتا ہے، لیکن عمومی طور پر یہ کام نہیں کیے جاتے۔

(۱) جمعہ کے دن یا رات کو سورۃ الکہف کی تلاوت کا اہتمام فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جس شخص نے جمعہ کے دن سورۃ الکہف کی تلاوت کی، دو جمعوں کے درمیانی وقفے میں اس کے لئے نور ہی نور ہوگا) المستدرک للحاکم، ۲/۳۶۸)

(۲) جمعہ کے دن کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جمعہ کے دن اور رات کو مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے) (سنن بیہقی، ۳/۲۴۹، کتاب الجمعہ)

(۳) جمعہ کے دن جتنی جلدی ہو نماز کی تیاری کی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے ہیں جو سب سے پہلے اور اس کے بعد آنے والوں کو لکھتے رہتے ہیں، پہلی گھڑی میں آنے والے کا ثواب اس قدر ہے جیسے اس نے اللہ کی راہ میں اونٹ قربان کیا، دوسری گھڑی میں آنے والے کا ثواب اتنا ہے جیسے اس نے گائے کی قربانی دی، تیسری گھڑی میں آنے والے کا ثواب ایسا ہے جیسے اس نے مینڈھے کی قربانی دی، پھر جیسے مرغی صدقہ کی، پھر جیسے انڈا صدقہ کیا۔ پھر جب امام منبر پر آجاتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر سمیٹ دیتے ہیں (بند کردیتے) اور خطبہ سننے میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

(بقیہ......۱۷......صفحہ پر)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

پریشانیوں کا علاج

دونوں صورتوں میں اللہ سے مانگے

جو حدیث میں نے شروع میں بیان کی تھی، اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لفظ ارشاد فرمائے، وہ یہ کہ تمہیں یا تو اللہ تعالیٰ سے کوئی ضرورت پیش آئے یا کسی آدمی سے کوئی ضرورت پیش آئے۔ یہ دونوں لفظ اس لئے ارشاد فرمائے کہ بعض کام ایسے ہوتے ہیں جس میں کسی آدمی کی مدد یا اس کی مداخلت کا کوئی راستہ ہی نہیں ہوتا، بلکہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی عطاء ہوتی ہے۔ مثلاً کسی شخص کو اولاد کی خواہش ہے، اب ظاہری اسباب میں بھی کسی انسان سے اولاد نہیں مانگی جاسکتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جاسکتی ہے۔ بہر حال، وہ خواہش اور ضرورت خواہ ایسی ہو جو براہ راست اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں یا ایسی ضرورت ہو جو آدمی کے واسطے سے اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔ جیسے ملازمت اور روزی وغیرہ۔ دونوں صورتوں میں حقیقت میں تمہارا مانگنا اللہ تعالیٰ سے ہونا چاہیے۔

اطمینان سے وضو کریں

بہر حال، اب اگر تمہارے پاس وقت میں گنجائش ہے اور وہ کام بہت جلدی اور ایمر جنسی کا کام نہیں ہے تو اس کام کے لئے پہلے صلوۃ الحاجۃ پڑھو اور صلوۃ الحاجۃ پڑھنے کا طریقہ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے وضو کرو اور اچھی طرح وضو کرو۔ یعنی وہ وضو محض فرض ٹالنے کے انداز میں نہ کرو، بلکہ یہ سمجھ کر کرو کہ یہ وضو درحقیقت ایک عظیم الشان عبادت کی تمہید ہے، اس وضو کے کچھ آداب اور کچھ سنتیں ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہیں، ان سب کا اہتمام کر کے وضو کروں۔ ہم لوگ دن رات بے خیالی میں جلدی جلدی وضو کر کے فارغ ہوجاتے ہیں، بے شک اس طرح وضو کرنے سے وضو ہو تو جاتا ہے لیکن اس وضو کے انوار و برکات حاصل نہیں ہوتیں۔

وضو سے گناہ دھل جاتے ہیں

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت بندہ وضو کرتا ہے اور وضو کے دوران اپنا چہرہ دھوتا ہے تو چہرے سے جتنے گناہ کیے ہیں وہ سب چہرے کے پانی کے ساتھ دھل جاتے ہیں اور جب دایاں ہاتھ دھوتا ہے تو دائیں ہاتھ کے جتنے گناہ ہوتے ہیں وہ سب دھل جاتے ہیں اور جب بایاں ہاتھ دھوتا ہے تو بائیں ہاتھ کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔ اس طرح جو جو عضو وہ دھوتا ہے اس عضو کے گناہ صغیرہ معاف ہوتے چلے جاتے ہیں۔

میرے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب وضو کیا کرو تو ذرا یہ تصور کیا کرو کہ میں اپنا چہرہ دھو رہا ہوں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق میرے چہرے کے گناہ دھل رہے ہیں، اب ہاتھ دھو رہا ہوں تو ہاتھ کے گناہ دھل رہے ہیں، اسی تصور کے ساتھ مسح کرو اور اسی تصور کے ساتھ پاؤں دھوؤ۔ وہ وضو جو اس تصور کے ساتھ کیا جائے اور وہ وضو جو اس تصور کے بغیر کیا جائے، دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا اور اس وضو کا لطف محسوس ہوگا۔

وضو کے دوران دعائیں

بہر حال، ذرا دھیان کے ساتھ وضو کرو اور وضو کے جو آداب اور سنتیں ہیں، ان کو ٹھیک ٹھیک بجالاؤ۔ مثلاً قبلہ رو ہو کر بیٹھو اور ہر ہر عضو کو تین تین مرتبہ اطمینان سے دھوؤ اور وضو کی جو مسنون دعائیں ہیں وہ وضو کے دوران پڑھو۔ مثلاً یہ دعا پڑھو "اللھم

اغفرلی ذنبی ووسع لی فی داری وبارك لی فی مارزقتنی" (ترمذی کتاب الدعوات، باب دعا یقال فی اللیل)

اور کلمہ شہادت پڑھے "اشهدان لاالـه الا اللـه واشهدان محمدا عبده ورسوله"

اور وضو کے بعد یہ دعا پڑھے "اللهم اجعلنی من التوابین وجعلنی من المتطهرین" (ترمذی، کتاب الطهارة، باب فیما یقال [illegible] الوضو)

بس اچھی طرح وضو کر[illegible] کا [illegible] مطلب ہے۔

صلوۃ الحاجۃ" کیلئے خاص طر[illegible]یقہ مقرر نہیں

پھر دو رکعت "صلوۃ الحاجۃ" کی نیت سے پڑھو اور اس صلوۃ [illegible]الحاجۃ کے طریقے میں کوئی فرق نہیں [illegible] جس طرح عام نماز پڑھی جاتی ہے اسی [illegible]طرح سے یہ دو رکعتیں پڑھی جائیں گی۔ [illegible] بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صلوۃ ا[illegible]حاجۃ" پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ ہے، لو[illegible] [illegible]وں نے اپنی طرف سے اس کے خاص [illegible] طریقے گڑھ رکھے ہیں۔ بعض لوگو[illegible] [illegible] اس کے لئے خاص خاص سورتیں [illegible]ھی متع[illegible]ین کر رکھی ہیں کہ پہلی رکعت میں فلاں سور[illegible]ۃ پڑھے اور دوسری رکعت میں فل[illegible]ں سورۃ پ[illegible]ڑھے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن حضور اقدس صلی ا[illegible]للہ علیہ وسلم نے "صلوۃ الحاجۃ" کا جو [illegible]طریقہ بیان فرمایا ہے اس میں نماز پڑھ[illegible]نے کا کوئی الگ طریقہ بیان نہیں فرمایا اور [illegible]نہ کسی سورۃ کا تعین فرمایا۔

البتہ بعض بزرگوں کے تجربات ہیں کہ اگر "صلوۃ الحاجۃ" میں فلاں فلاں سورت پڑھ لی جائیں تو بعض اوقات اس سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے، تو اس کو سنت سمجھ کر انسان اختیار نہ کرے، اس لئے کہ اگر سنت سمجھ کر اختیار کرے گا تو وہ بدعت ہو جائے گا۔ چنانچہ میرے ڈاکٹر عبد الحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب صلوۃ الحاجۃ پڑھنی ہو تو پہلی رکعت میں سورۃ الم نشرح اور دوسری رکعت میں سورۃ "اذا جاء نصر اللہ" پڑھ لیا کرو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ سورتیں نماز حاجت میں پڑھنا سنت ہے بلکہ بزرگوں کے تجربے سے یہ پتہ چلا ہے کہ ان سورتوں کے پڑھنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص سنت سمجھے بغیر ان سورتوں کو پڑھے تو بھی ٹھیک ہے اور اگر ان کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھ لے تو اس میں سنت کی خلاف ورزی لازم نہیں آتی۔ بہرحال صلوۃ الحاجۃ پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے، بلکہ جس طرح عام نمازیں پڑھی جاتی ہیں، اسی طرح صلوۃ الحاجۃ کی دو رکعتیں پڑھی جائیں گی۔ بس نماز شروع کرتے وقت دل میں یہ نیت کرلے کہ میں یہ دو رکعت صلوۃ الحاجۃ کے طور پر پڑھتا ہوں۔

نماز کیلئے نیت کس طرح کی جائے؟

یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ آج کل لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ ہر نماز کی نیت کے الفاظ علاحدہ علاحدہ ہوتے ہیں اور جب تک وہ الفاظ نہ کہے جائیں اس وقت تک نماز نہیں ہوتی، اسی وجہ سے لوگ بار بار یہ پوچھتے بھی رہتے ہیں کہ فلاں نماز کی نیت کس طرح ہوتی ہے؟ اور فلاں نماز کی نیت کس طرح ہوگی؟ اور لوگوں نے نیت کے الفاظ کو باقاعدہ نماز کا حصہ بنا رکھا ہے۔ مثلاً یہ الفاظ کہ "نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز کی، پیچھے اس امام کے، واسطے اللہ تعالیٰ کے، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف وغیرہ وغیرہ"۔ خوب سمجھ لیں کہ نیت ان الفاظ کا نام نہیں، بلکہ نیت تو دل کے ارادے کا نام ہے، جب آپ نے گھر سے نکلتے وقت دل میں یہ نیت کرلی کہ میں ظہر کی نماز پڑھنے جارہا ہوں، نیت ہوگئی۔ میں نماز جنازہ پڑھنے جارہا ہوں، بس نیت ہوگئی۔ میں نماز عید پڑھنے جارہا ہوں، بس نیت ہوگئی۔ میں نماز حاجت پڑھنے جارہا ہوں، بس نیت ہوگئی۔ اب یہ الفاظ زبان سے کہنا نہ تو واجب ہیں نہ ضروری ہیں، نہ سنت ہیں، نہ مستحب ہیں، زیادہ سے زیادہ جائز ہیں، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ لہٰذا صلوۃ الحاجۃ پڑھنے کا نہ کوئی مخصوص طریقہ ہے اور نہ ہی نیت کے لئے الفاظ مخصوص ہیں، بلکہ عام نمازوں کی طرح دو رکعتیں پڑھ لو۔

دعا سے پہلے اللہ کی حمد وثنا

پھر جب دو رکعتیں پڑھ لیں تو اب دعا کرو۔ اور یہ دعا کس طرح کرو، اس کے آداب بھی خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیئے۔ یہ نہیں کہ بس سلام پھیرتے ہی دعا شروع کردو، بلکہ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرو اور یہ کہو یا اللہ! تمام تعریفیں آپ کے لئے ہیں، آپ کا شکر اور احسان ہے۔

حمد وثنا کی کیا ضرورت ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کیوں کی جائے؟ اور اس کی کیا ضرورت ہے؟ اس کی ایک وجہ تو علمائے کرام نے یہ بتائی ہے کہ جب آدمی کسی دنیاوی حاکم کے پاس اپنی غرض لے کر جاتا ہے تو پہلے اس کی تعظیم اور تکریم کے لئے کچھ الفاظ زبان سے ادا کرتا ہے، تاکہ یہ خوش ہو کر میری مراد پوری کردے۔ لہٰذا جب دنیا کے ایک معمولی سے حاکم کے سامنے پیش ہوتے وقت اس کے لئے تعریفی کلمات استعمال کرتے ہو تو جب تم احکم الحاکمین کے دربار میں جارہے ہو تو اس کے لئے بھی تعریف کے الفاظ زبان سے کہو کہ یا اللہ! تمام تعریفیں آپ کے لئے ہیں اور آپ کا شکر واحسان ہے، آپ میری یہ ضرورت پوری فرمادیجئے۔

دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے کی دوسری وجہ بھی ہے اور مجھے ذوقی طور پر اس دوسری وجہ کی طرف زیادہ رجحان ہوتا ہے، وہ وجہ یہ ہے کہ جب آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی حاجت پیش کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو چونکہ انسان اپنی ضرورت کا غلام ہے اور غرض کا بندہ ہے اور جب اس کو کوئی چیز کی ضرورت اور غرض پیش آتی ہے تو وہ ضرورت اس کے دل ودماغ پر مسلط ہو جاتی ہے، اس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ یا اللہ! میری فلاں ضرورت پوری فرمادیجئے۔ اس دعا کے وقت اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اس دعا میں ناشکری کا پہلو شامل نہ ہو جائے کہ یا اللہ! آپ میری ضرورت پوری نہیں فرمارہے ہیں، میری حاجتیں آپ پوری نہیں فرمارہے ہیں۔ حالانکہ انسان پر اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں بارش کی طرح برس رہی ہیں، دعا کے وقت ان نعمتوں کی طرف انسان کا دھیان نہیں جاتا اور بس اپنی ضرورت اور غرض کو لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ بہرحال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلقین فرمائی کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی حاجب اور ضرورت لے کر جاؤ تو اس حاجت اور ضرورت کو اللہ تعالیٰ سے ضرور مانگو، لیکن پہلے اس بات کا استحضار کرلو کہ اس حاجت اور ضرورت کے ابھی تک پورا نہ ہونے کے باوجود تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کی کتنی بے شمار نعمتیں بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ پہلے ان کا تو شکر ادا کرلو کہ یا اللہ! یہ نعمتیں جو آپ نے اپنی رحمت سے مجھے دے رکھی ہیں، اس پر آپ کا شکر ہے اور آپ کی حمد ہے، آپ کی ثناء ہے، البتہ ایک حاجت اور ضرورت اور ہے، یا اللہ! اس کو بھی اپنے فضل سے پورا فرمادیجئے۔ تاکہ انسان کی دعا میں ناشکری کا شائبہ بھی پیدا نہ ہو۔

غم اور تکالیف بھی نعمت ہیں

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس میں یہ مضمون بیان فرمارہے تھے کہ انسان کو زندگی میں جو غم، صدمے اور تکلیفیں پیش آتی ہیں، اگر انسان غور کرے تو یہ تکلیفیں بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں، بیماری بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، فقر وفاقہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اگر انسان کو حقیقت شناس نگاہ مل جائے تو وہ یہ دیکھے کہ یہ سب چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ چیزیں کس طرح سے نعمت ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب آخرت میں اللہ تعالیٰ تکالیف اور مصیبتوں پر صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر عطا فرمائیں گے، تو جن لوگوں پر دنیا میں زیادہ تکالیف اور مصیبتیں نہیں گزری ہوں گی، وہ تمنا کریں گے کہ کاش! دنیا میں ہماری کھالیں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں اور پھر ہم اس پر صبر کرتے اور اس صبر پر وہ اجر ملتا

جو آج ان صبر کرنے والوں کو مل رہا ہے۔ بہرحال حقیقت میں یہ تکالیف بھی نعمت ہیں، مگر چونکہ ہم کمزور ہیں اس وجہ سے ہمیں ان کے نعمت ہونے کا استحضار نہیں ہوتا۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی عجیب دعا

جب حضرت حاجی صاحبؒ یہ مضمون بیان فرما رہے تھے کہ اسی دوران مجلس میں ایک شخص آ گیا، جو معذور تھا اور مختلف بیماریوں میں مبتلا تھا، وہ آ کر حضرت حاجی صاحبؒ سے کہنے لگا کہ حضرت! میرے لئے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس تکلیف سے نجات دے دیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جو حاضرین مجلس تھے، حیرت زدہ ہو گئے کہ ابھی تو حضرت حاجی صاحبؒ فرما رہے تھے کہ ساری تکلیفیں اور مصیبتیں نعمت ہوتی ہیں اور اب یہ شخص تکلیف کے ازالے کی دعا کرا رہا ہے، اب اگر حضرت حاجی صاحبؒ اس شخص کے لئے تکلیف کے ازالے کی دعا کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نعمت کے ازالے کی دعا کریں گے؟ حضرت حاجی صاحبؒ نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! حقیقت میں یہ ساری تکلیفیں اور مصیبتیں نعمت ہیں، لیکن اے اللہ! ہم کمزور ہیں، آپ ہماری کمزوری پر نظر فرماتے ہوئے اس تکلیف کی نعمت کو صحت کی نعمت سے بدل دیجئے۔

تکلیف کے وقت دوسری نعمتوں کا استحضار

اور پھر عین تکلیف کے وقت انسان کو جو بے شمار نعمتیں حاصل ہوتی ہیں، انسان ان کو بھول جاتا ہے، مثلاً اگر کسی کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے، تو اب وہ اس پیٹ کے درد کو لے کر بیٹھ جاتا ہے، لیکن وہ یہ نہیں دیکھتا کہ آنکھ جو اتنی بڑی نعمت اس کو ملی ہوئی ہے، اس میں کوئی تکلیف نہیں۔ کان کتنی بڑی نعمت ملی ہوئی ہے، اس میں کوئی تکلیف نہیں۔ زبان میں کوئی تکلیف نہیں۔ دانتوں میں کوئی تکلیف نہیں۔ سارے جسم میں اور کسی جگہ تکلیف نہیں، بس صرف پیٹ میں معمولی تکلیف ہو رہی ہے۔ اب یہ دعا ضرور کرو کہ یا اللہ! پیٹ کی تکلیف دور کر دیجئے لیکن دعا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اس پر حمد و ثنا کرو کہ یا اللہ! جو اور بے شمار نعمتیں آپ نے عطا کی ہوئی ہیں، اے اللہ! ہم اس پر آپ کا شکر ادا کرتے ہیں، البتہ اس وقت جو یہ تکلیف آ گئی ہے اس کے لئے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اس تکلیف کو دور کر دیجئے۔

حضرت میاں صاحبؒ اور شکر نعمت

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، یہ مادر زاد ولی اللہ تھے اور عجیب و غریب بزرگ تھے۔ حضرت والد صاحب ان کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے پتہ چلا کہ حضرت میاں صاحب بیمار ہیں اور ان کو بخار ہے۔ میں عیادت کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ شدید بخار میں تپ رہے ہیں اور بخار کی کرب اور بے چینی کی تکلیف میں ہیں۔ میں نے جا کر سلام کیا اور پوچھا کہ حضرت! کیسے مزاج ہیں؟ طبیعت کیسی ہے؟ جواب میں فرمایا ''الحمدللہ میری آنکھیں صحیح کام کر رہی ہیں۔ الحمدللہ میرے کان صحیح کام کر رہے ہیں۔ الحمدللہ میری زبان صحیح کام کر رہی ہے۔ جتنی تکلیفیں نہیں تھیں ان سب کا ایک ایک کر کے ذکر کیا کہ ان سب میں کوئی بیماری نہیں ہے، البتہ بخار ہے، دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی دور فرما دے۔ یہ ہے ایک شکر گزار بندے کا عمل، جو عین تکلیف میں بھی ان راحتوں اور نعمتوں کا استحضار کر رہا ہے جو اس وقت حاصل ہیں، جس کی وجہ سے اس تکلیف کی شدت میں بھی کمی آتی ہے۔

حاصل شدہ نعمتوں پر شکر

بہرحال، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ جو تلقین فرما رہے ہیں کہ دعا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس وقت جو حاجت اور ضرورت پیش کرنے جا رہے ہو، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں اس

وقت تمہیں حاصل ہیں، پہلے ان کا استحضار کر کے ان پر شکر ادا کرو اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو۔

حمد و ثنا کے بعد درود شریف کیوں؟

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کیا کرے؟ اس کے لئے ارشاد فرمایا کہ "**ولیصل علی النبی صلی الله علیه وسلم**" حمد ثنا کے بعد اور اپنی حاجت پیش کرنے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو۔ اب سوال یہ ہے کہ اس وقت درود بھیجنے کا کیا موقع ہے؟ بات دراصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر بہت ہی زیادہ شفیق اور مہربان ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہے کہ جب میرا امتی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگے تو اس کی وہ دعا رد نہ ہو۔ پوری کائنات میں درود شریف کے علاوہ کسی دعا کے بارے میں گارنٹی نہیں ہے کہ وہ ضرور قبول ہوگی، لیکن اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے تو اس کے بارے میں یہ گارنٹی یقینی ہے کہ وہ ضرور قبول ہوگا۔ جب ہم درود بھیجتے ہیں "**اللهم صلی علی محمد و علی آل محمد النبی الامّی**" اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں نازل فرمائیے۔ یہ ایسی دعا ہے کہ اس کے رد ہونے کا کوئی امکان نہیں، اس کی قبولیت کا وعدہ ہے، اس کی قبولیت کی گارنٹی ہے کہ یہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تو پہلے سے رحمتیں نازل ہو رہی ہیں اور مزید نازل ہوتی رہیں گی، وہ ہمارے درود بھیجنے کے محتاج نہیں ہیں۔

درود شریف بھی قبول اور دعا بھی قبول

لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ میرے امتی اپنی مراد اور ضرورت مانگنے سے پہلے مجھ پر درود بھیج دیں تو اللہ تعالیٰ اس درود کو ضرور قبول فرمائیں گے تو اس حاجت اور ضرورت کی دعا کو بھی ضرور قبول فرمائیں گے، اس لیے کہ ان کی رحمت سے یہ بات بعید ہے کہ ایک دعا کو تو قبول فرمالیں اور دوسری دعا کو رد فرمادیں۔ اس لیے درود شریف کے بعد کی جانے والی دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ہدیہ کا بدلہ

ایک دوسری وجہ میرے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس سرہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمر بھر کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی شخص آپ کی خدمت میں کوئی ہدیہ لے کر آتا تو آپ اس ہدیہ کا کچھ نہ کچھ بدلہ ضرور دیا کرتے تھے اور ہدیہ کا بدلہ عطا فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ درود شریف بھی ایک ہدیہ ہے، اس لیے کہ حدیث شریف میں صراحت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص دور سے درود شریف بھیجتا ہے تو میں خود اس کو سنتا ہوں۔ یہ درود شریف ایک امتی کا تحفہ اور ہدیہ ہے، جو آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔ لہٰذا جب دنیا میں اور زندگی میں آپ کی سنت یہ تھی کہ جب آپ کے پاس کوئی شخص ہدیہ لے کر آتا تو آپ اس کی جزا عطا فرمایا کرتے تھے اور اس ہدیہ کے بدلے ہدیہ دیا کرتے تھے، امید یہ ہے کہ عالم برزخ میں جب ایک امتی کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود شریف کا یہ ہدیہ پہنچے گا تو آپ اس ہدیہ کا بھی بدلہ عطا فرمائیں گے، وہ بدلہ یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امتی کے حق میں دعائیں کریں گے کہ یا اللہ! اس امتی نے میرے لیے یہ تحفہ بھیجا ہے اور میرے لیے دعا کی ہے، اے اللہ! میں اس کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اس کی مراد پوری فرمادیں۔ لہٰذا جو امتی درود بھیجنے کے بعد دعا کرے گا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے وہاں دعا فرمائیں گے۔ اس لیے جب دعا کرنے بیٹھو تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو۔

دعا حاجت کے الفاظ

اس کے بعد دعا کے یہ الفاظ کہو "**لا اله الا الله الحليم الكريم**" اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنٰی کے اندر کیا کیا انوارات اور کیا کیا خواص پوشیدہ ہیں یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، یا اللہ کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ ہم لوگ اس کی تہہ تک کہاں پہنچ سکتے ہیں؟ ان اسمائے حسنیٰ میں اللہ تعالیٰ نے بذات خود خاصیتیں رکھی ہیں اس لیے جب خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ تلقین فرمائیں کہ ان اسمائے حسنیٰ کا ذکر کرو تو اس کے پیچھے ضرور کوئی راز ہوتا ہے۔ لہٰذا خاص طور پر وہی کلمات کہنے چاہئیں، تا کہ وہ مقصد حاصل ہو۔ چناں چہ فرمایا "**لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم**" اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اللہ جو حلیم ہیں اور کریم ہیں۔ "حلم" بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور "کرم" بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔ ان دونوں صفتوں کو خاص طور پر بظاہر اس لیے ذکر فرمایا کہ بندہ پہلے مرحلے پر یہ اعتراف کرے کہ یا اللہ! میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ آپ کی بارگاہ میں کوئی درخواست پیش کرسکوں، اس وجہ سے کہ میرے گناہ بے شمار ہیں، میری خطائیں بے شمار ہیں، میری بد اعمالیاں اتنی ہیں کہ آپ کے حضور درخواست پیش کرنے کی لیاقت مجھ میں نہیں ہے، لیکن چوں کہ آپ حلیم ہیں، بردباری آپ کی صفت ہے اور اس کی وجہ سے کوئی بندہ چاہے وہ کتنا ہی خطا کار ہو خطاؤں کی وجہ سے جذبات میں آ کر آپ کوئی فیصلہ نہیں فرماتے، بلکہ اپنی صفت "حلم" کے تحت فیصلہ فرماتے ہیں، اس لیے میں صفت "حلم" کا واسطہ دے کر دعا کرتا ہوں اور آپ کی صفت "حلم" کا تقاضا یہ ہے کہ آپ میرے گناہوں سے درگزر فرمائیں اور پھر صفت "کرم" کا معاملہ فرمائیں صرف یہ نہ ہو کہ گناہوں سے درگزر فرمائیں بلکہ اوپر سے مزید نوازشیں عطا فرمائیں، مزید اپنا کرم میرے اوپر فرمائیں۔ صفت کرم اور صفت حلم کا واسطہ دے کر دعا کرو۔

اس کے بعد فرمایا "**سبحان اللہ رب العرش العظیم**" اللہ تعالیٰ پاک ہے جو عرش عظیم کا مالک ہے۔ "**و الحمد للہ رب العالمین**" اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ پہلے یہ تعریفی کلمات کہے اور اس کے بعد ان الفاظ کے ساتھ دعا کرے۔ "**اللھم انی اسالك موجبات رحمتك**" اے اللہ! میں آپ سے ان چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو آپ کی رحمت کا موجب ہوں۔ "**وعزائم مغفرتك**" اور آپ کی پختہ مغفرت کا سوال کرتا ہوں۔ "**والغنیمة من کل بر**" اور اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ مجھے ہر نیکی سے حصہ عطا فرمایئے۔ "**والسلامة من کل اثم**" اور مجھے ہر گناہ سے محفوظ رکھیے۔ "**لا تدع لنا ذنبا الاغفرتة**" ہمارا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑیے جس کو آپ نے معاف نہ فرمایا ہو۔ یعنی ہر گناہ کو معاف فرما دیجیے "**ولاھما الافرجتہ**" اور کوئی تکلیف ایسی نہ چھوڑیے جس کو آپ نے دور نہ فرما دیا ہو۔ "**ولا حاجة ھی لك رضی الاقضیتھا یا ارحم الرحمین**" اور کوئی حاجت جس میں آپ کی رضامندی ہو ایسی نہ چھوڑیئے کہ اس کو آپ نے پورا نہ فرمایا ہو۔ یہ دعا کے الفاظ اور اس کا ترجمہ ہے اور مسنون دعاؤں کی کتابوں میں بھی یہ دعا موجود ہے، یہ دعا ہر مسلمان کو یاد کرلینی چاہئے اس کے بعد پھر اپنے الفاظ میں جو حاجت مانگنا چاہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ امید ہے اللہ تعالیٰ اس دعا کو ضرور قبول فرمائیں گے۔

ہر ضرورت کیلئے صلوٰۃ الحاجۃ پڑھیں

ایک حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت بیان کی گئی ہیں کہ: "**کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا حزبہ امر صلی**" (ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب وقت قیام النبی من اللیل)

یعنی جب کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تشویش کا معاملہ پیش آتا تو آپ سب سے پہلے نماز کی طرف دوڑتے اور یہی صلوۃ الحاجۃ پڑھتے اور دعا کرتے کہ یا اللہ! یہ مشکل پیش آ گئی ہے، آپ اس کو دور فرما دیجئے۔ اس لیے ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے مقاصد کے لیے صلوۃ الحاجۃ کی کثرت کرے۔

●●●

ڈاکٹر مسعود جعفری

اورنگ زیبؒ کے روزمرہ معمولات

مغل شہنشاہ اورنگ زیبؒ نے دکن میں ۲۷.۲۶ سال گزارے۔ وہ مسلسل مرہٹوں کی بغاوتوں کی سرکوبی کرتے رہے۔ رزم گاہ کے علاوہ ان کے روزمرہ کے معمولات بھی جاری رہے۔ وسیع وعریض میدانوں میں چھاؤنیاں قائم کی جاتی تھیں جو ۳۰ کلومیٹر تک پھیلی رہتیں جس میں ڈیڑھ دو لاکھ افراد ہوتے۔ خیمے لگائے جاتے۔ شاہی خیمہ بھی نصب کیا جاتا۔ وہ ڈیڑھ دو کلومیٹر پر محیط ہوتا۔ اسے گل بار کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ اس کی نگہداشت کے لئے شاہی دستہ مامور کیا جاتا۔ اورنگ زیبؒ پابندی سے دربار منعقد کرتے۔ عدالت لگائی جاتی۔ بادشاہ بہ نفس نفیس عدالتی امور انجام دیا کرتے۔ فریادیں، شکایتیں سماعت کی جاتیں۔ فیصلے صادر ہوتے۔ منصب داروں، جاگیر داروں، امراء سپاہیوں وغیرہ کی عرض داشتیں آتیں اور اس پر فیصلے ہوتے۔ کچھ برطانوی اور کچھ ہندوستانی مورخین نے اورنگ زیبؒ کو ایک سخت گیر بادشاہ کی شکل میں پیش کیا ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ وہ انتہائی سنجیدہ، خداترس، معقول پسند تھے۔ انہیں قہقہہ لگاتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔ شراب کو ہاتھ نہیں لگایا، عیش وطرب کی محفلیں نہیں سجائیں۔ بٹیروں، کبوتروں، مرغوں، بیلوں، کی لڑائیاں نہیں رکھیں۔ انہیں خدمت خلق کا ہر وقت احساس رہتا تھا۔ انہیں عبادات، ذکر وفکر سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ برہم پوری سے شولا پور کی مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے وہ ۵۵ کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا کرتے تھے۔ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا بے حد اشتیاق رہتا تھا۔ برہم پوری جسے اسلام پورہ کہا جانے لگا تھا وہاں ایک چھوٹا سا مندر تھا۔ اورنگ زیبؒ کے ساڑھے چار سالہ قیام کے دوران اس مندر کا پورا خیال رکھا گیا۔ ماہانہ ۱۵ روپے امداد کی منظوری دی گئی جو آج تک مہاراشٹر حکومت سے پجاریوں کو مل رہی ہے۔ ہم اکثر یہ پڑھتے آئے ہیں کہ بادشاہ نے ایسا کردیا یا ویسا کردیا۔ صورت حال کچھ اور ہے۔

عہدیداروں کا لمبا کاروان تھا۔ ہر محکمہ کا انچارج ہوتا تھا۔ معاملات اس کے حوالے کئے جاتے تھے۔ تحقیق کے بعد رپورٹیں بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کی جاتی تھیں۔ تب بادشاہ فیصلہ کرتا تھا۔ کسی بھی معاملہ میں بادشاہ فی الفور راست فیصلہ نہیں کرتا تھا۔ وہ متعلقہ عہدیداروں سے دریافت کرتا اور ان کی رائے کی روشنی میں احکامات جاری کئے جاتے۔ جمعہ کے دن عدالت، کچہری بند رہتی۔ دوسرے دنوں میں بادشاہ عدالت میں جلوہ افروز ہوکر واقعات کی سماعت فرماتے۔ ایک دفعہ عدالت کے ہال کا انچارج ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ اورنگ زیبؒ نے اسے تاکید کی کہ وہ آئندہ ٹہلنے سے باز رہے۔ عدالت میں شور شرابہ کو بھی کم کرنے کی تاکید کی۔ ایک مرہٹہ سردار نے ایک دفعہ غصہ میں آ کر اپنی تلوار میان سے نکالی اور کہا کہ مجھے نوکری نہیں کرنی ہے اورنگ زیبؒ نے تحمل کے ساتھ کہا کہ اسے ضمانت میں رکھا جائے۔ روبرو بدتمیزی کرنے پر بھی سزا نہیں دی گئی۔ محرم کی ۱۰ تاریخ کو یعنی عاشورہ کے دن اورنگ زیبؒ یتیم بچوں کو تحفے، تحائف، لباس وغیرہ سے سرفراز فرماتے۔ اکتوبر ۱۷۰۰ میں ایک دفعہ چھاؤنی مان ندی کے کنارے لگائی گئی تھی۔ ندی میں باڑھ آئی۔ تباہ کاری مچ گئی۔ سیکڑوں لوگ پانی میں بہہ گئے۔ افراتفری کے عالم میں اورنگ زیبؒ بھی

رات میں گر پڑے۔ پاؤں میں چوٹ آئی اور پاؤں میں لنگ پیدا ہوگیا جو تادم حیات باقی رہا۔ اورنگ زیبؒ کے روزمرہ کے واقعات کا اخبار کے ذریعہ پتہ چلتا ہے۔ اخبار کا مطلب یہ ہے کہ وقائع نویس دربار، بادشاہ کے خلوت وجلوت کے واقعات ضبط تحریر میں لاتے تھے۔ انہیں اخبار کہا جاتا تھا۔ ان اخبارات میں مناسب کم وبیشی اور بادشاہ کی منظوری کے بعد ان کی نقول راجے رجواڑوں، سرکاری عہدیداروں اور دوسرے متعلقین اور باثر افراد کو روانہ کی جاتیں۔ شولاپور کے ممتاز ایڈوکیٹ جناب سید شاہ غازی الدین نے عہد عالمگیر کے درباری اخبار کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ انہوں نے ایک اہم تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس میں دکن کے ۱۶۸۱ء سے ۱۷۰۷ء کے واقعات درج ہیں۔ ایک دفعہ اورنگ زیبؒ نے قاضی صاحب کو رات میں اپنے دولت کدے پر طلب کیا وہ آئے اور ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ عیدالفطر شولاپور میں کرنا چاہتے تھے لیکن ان کے عہدیدار سست روی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ کسی بات پر جلدی عمل نہیں کرتے۔ حالانکہ تاکید کی جاتی ہے۔ وہ بڑی دیر تک افسوسناک حالات بیان کرتے رہے۔ پھر قاضی صاحب اپنی قیام گاہ لوٹ آئے۔ ایک مرتبہ ایک فقیر نے اعلان کیا کہ وہ خدا ہے۔ جب بادشاہ تک خبر پہنچی تو انہوں نے اسے قاضی کے پاس لے جانے کے لئے کہا۔ قاضی صاحب نے اس سے پوچھا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر مانتا ہے کہ نہیں۔ تو اس نے کہا کہ (نعوذ باللہ) وہ خدا ہے اور محمدؐ میرے پیغمبر ہیں۔ اورنگ زیب نے رات کی چار گھڑی گذرنے پر اسے سزائے موت کا حکم دیا۔ اورنگ زیبؒ کا معمول تھا کہ وہ میدان جنگ میں جانے والے سپہ سالاروں کے مونڈھوں پر تعویذ باندھا کرتے اور دعا فرماتے۔ بعض مرتبہ تعویذوں کو پانی میں بھی بہایا گیا ہے۔ اخبارات میں آثار کا ذکر آیا ہے۔ وہ آثار کیا تھے۔ معلوم نہیں ہوسکا۔ آثار رکھے جاتے۔

اورنگ زیب وہاں جاتے اور قیام فرماتے۔ وسنت گڑھ کا قلعہ فتح ہوجانے کے بعد اورنگ زیب تختہ رواں پر سوار ہوکر قلعہ دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔ وہ قلعہ کے دروازے پر پہنچتے ہیں۔ دروازہ پر فوجیوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ بادشاہ چراغ پا ہوجاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے سپاہیوں کو پیٹتے ہیں۔ انہوں نے حکم دیا کہ قلعہ کا نام آئندہ سے ''مفتح الفتوح'' کے نام سے موسوم کیا جائے۔ اورنگ زیب کی بہادری و دلیری کا ثبوت ہمیں اس وقت اور ملتا ہے جب وہ دشمنوں کی فصیلوں کے قریب خیمہ میں نماز ادا کرتے ہیں اور اس وقت فصیلوں سے گولا بارود اور زہریلے تیر نیچے قریب آکر گرتے رہتے ہیں۔ انہیں کسی قسم کا بھی خوف لاحق نہیں ہوتا۔ شولاپور سے عیدگاہ ۵۲ کوس کے فاصلے پر تھی۔ باشادہ نے طویل مسافت طے کی اور نماز ادا کی۔ برہم پوری میں چھاؤنی قائم کی گئی۔ وہاں محکمہ تعمیرات کے معمار جواہر مل نے پختہ قلعہ، باولیوں کے خرچ کے لئے ۷۰ ہزار روپے کا تخمینہ پیش کیا۔ بادشاہ نے مٹی کی دیوار اور دو باؤلیاں بنانے کا حکم دیا۔ جس پر ۴۰ ہزار کا خرچہ آیا۔ وہاں ایک پختہ مندر سدیشور کا پہلے سے وجود تھا۔ اورنگ زیبؒ نے اس مندر کے لئے ۱۱۵ ایکڑ آراضی انعام میں دی۔ اپریل اور مئی ۱۶۹۴ء میں اجمیر سے خبر آتی ہے کہ منوہر پور کی جامع مسجد میں وہاں کا زمیندار جگت سنگھ مسلمانوں کو جمعہ کی نماز کی ادائیگی سے روکتا ہے۔ حکم ہوا کہ اس حرکت کے تدارک کے لئے صوبہ دار شفیع خان کو لکھا جائے۔ شیواجی کے بیٹے سمبھاجی نے برہان پور کو آگ لگادی تھی۔ جمعہ کی نماز پر پابندی عائد کردی تھی۔ اس علاقہ کے فضلاء وعلماء نے بادشاہ کے پاس محضر دی اور جمعہ کی نماز کی پابندی کا ذکر کیا تو بادشاہ بہت متاثر ہوئے۔ موضع سون کے ایک پٹیل نے منت مانگی تھی کہ اگر اسے لڑکا تولد ہوا تو اسے بادشاہ کی نذر کرے گا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بچہ کی پرورش شاہی محل میں کی جائے۔

(بقیہ......۳۶......صفحہ پر)

قیامت کے پانچ سوالات

شاید انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے حیات مستعار یوں ہی مل گئی ہے، کائنات کا یہ نظام بھی یوں ہی رہے گا اور کبھی یہ دنیا فنا نہیں ہوگی۔ یہی سوچ کر وہ دنیا میں آزاد ہوکر کھاتا پیتا ہے، گھر بناتا ہے، عہدے اور ترقیاں حاصل کرتا ہے، وہ جس بات کو چاہتا ہے اسے مانتا ہے اور جس بات کو چاہتا ہے رد کردیتا ہے۔ حالانکہ یہ اس کی بڑی بھول اور اس کی عقل کی بری سوچ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی طرف سے انسان کو دی گئی یہ زندگی ایک منصوبے کے تحت ہے اور اس کی حیثیت یہ ہے کہ وہ ابھی حالت امتحان میں ہے۔ یہاں جو کچھ اسے ملا ہوا ہے وہ صرف وقتی طور پر ہے اور بہت جلد وہ دن آنے والا ہے جب یہ دنیا اور اس کی ساری چیزیں فنا ہوجائیں گی۔ قیامت کا فرشتہ صور لئے کھڑا ہے کہ کب حکم ہو اور پھونک مار کر سارے عالم کو تہ وبالا کردے۔ جب وہ وقت آجائے گا تو میزان عدل قائم ہوگی، یہ بے حد ہولناک وقت ہوگا، وہاں نفسی نفسی کا عالم ہوگا، سب انسان اللہ کے دربار میں دست بستہ کھڑے ہوں گے اور سب کو براہ راست اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی زندگی اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

چنانچہ ترمذی شریف کی ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر شخص سے براہ راست بات کریں گے، درمیان میں کوئی ترجمان اور واسطہ نہ ہوگا۔ اس وقت آدمی جب اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے وہ نیکیاں نظر آئیں گی، جو اس نے دنیا میں کی ہیں اور جب بائیں طرف دیکھے گا تو وہ گناہ دکھیں گے، جو اس نے دنیا میں کر رکھے ہیں اور سامنے کی طرف جب نگاہ اٹھا کر دیکھے گا، تو جہنم کی آگ نظر آئے گی۔ ایسی کشمکش کی حالت میں حضرت انسان جب تک پانچ سوالات کے جوابات نہ دیں گے اس وقت تک اللہ کے دربار سے اپنے قدموں کو ہلا بھی نہیں سکتے۔''

پہلا سوال: عمر کہاں گزاری؟ سب سے پہلا سوال عمر کے بارے میں کیا جائے گا کہ تم نے اپنی عمر عزیز کہاں اور کیسے گزاری؟ عمر کا کتنا حصہ نیکیوں میں گزارا اور کتنا معصیت میں گنوایا؟ یہ سوال اس لئے ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انسانوں کو دراصل اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ دنیا انسان کے لئے گویا امتحان گاہ ہے، جس میں کسی کو پچاس سال، کسی کو ساٹھ سال، کسی کو ستر سال اور کسی کو اسی سال کا وقت دیا جاتا ہے، تاکہ وہ سوالات کے جوابات صحیح طور پر حل کرسکیں۔ سوالات کیا ہیں قرآن وحدیث میں بندوں پر اللہ کے جتنے احکامات لازم ہیں، گویا وہ سب کے سب سوالات ہیں اور ان تمام احکامات کو عملی جامہ پہنانا سوالات کے جوابات ہیں۔

دوسرا سوال: جوانی کہاں صرف کی؟ دوسرا سوال جوانی سے متعلق ہوگا کہ تم نے اپنی بیش قیمت جوانی کہاں صرف کی؟ جوانی سے متعلق خاص طور پر اس لئے سوال کیا جائے گا کہ جوانی طاقت وقوت، صحت وتندرستی اور جوش وولولہ کا زمانہ ہوتا ہے، جس میں انسان ہر کام صحیح طریقے سے کرسکتا ہے۔ چنانچہ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ حدیث کے اس ٹکڑے کے متعلق لکھتے ہیں:

''مطالبہ کی دوسری چیز حدیث میں یہ ارشاد فرمائی گئی کہ جوانی کی قوت کس چیز میں خرچ کی گئی؟ کیا اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے کاموں میں اس کی عبادت میں، مظلوموں کی حمایت میں، ضعیفوں اور اپاہجوں کی اعانت میں، یا فسق وفجور، عیاشی اور آوارگی میں، بے بسوں پر ظلم کرنے میں، ناحق کی مدد کرنے میں، ناپاک دنیا کے کمانے میں اور دین ودنیا

دونوں جگہ کام نہ آنے والے فضول مشغلوں میں۔" (فضائل صدقات، ص:۳۴۲)

اس کا جواب ایسی عدالت میں دینا ہوگا جہاں نہ کوئی وکالت چل سکتی ہے، نہ جھوٹ، فریب اور لفاظی کام آسکتی ہے، جہاں کی خفیہ پولیس ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتی ہے اور یہی نہیں، بلکہ خود آدمی کے وہ اعضا جن سے یہ حرکات کی ہیں، وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے اور جرائم کا اقرار کریں گے: ارشاد خداوندی ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ (یاسین:۶۵)

"آج (یعنی قیامت کے دن) ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیں دیں گے اس چیز کی جو کچھ یہ کیا کرتے تھے۔"

تیسرا سوال: مال کہاں سے حاصل کیا؟ تیسرا سوال مال کی بابت ہوگا کہ تم نے مال کہاں سے حاصل کیا؟ حلال کے راستے یا حرام کے راستے؟ یہ سوال اس لئے کیا جائے گا کہ انسان دنیا میں مال کا بہت زیادہ حریص ہوتا ہے: وہ چاہتا ہے کہ سارا مال اس کے زیردست ہوجائے اور وہ اس کے لئے ظلم وزیادتی، چوری، ڈکیتی، دھوکہ دہی، رشوت، غصب اور سود جیسے عظیم گناہوں کو بھی روا رکھتا ہے۔ تو پوچھا جائے گا کہ تم نے مال جائز طریقے سے حاصل کیا یا ناجائز طریقے سے؟ اس لئے انسان کو چاہئے کہ حرام کمائی اور ناجائز ذرائع آمدنی سے احتیاط کرے، حلال روزی سے اپنا پیٹ بھرے کہ رزق کا مالک خود اللہ تعالیٰ ہے، جو بے زبان جانوروں تک رزق پہنچاتا ہے۔

چوتھا سوال: مال کہاں خرچ کیا؟ چوتھا سوال بھی مال کے بارے میں ہوگا کہ جو مال اور دولت ہم نے تم کو دی تھی، تم نے اس کو کہاں خرچ کیا؟ جائز کاموں میں خرچ کیا یا ناجائز امور میں صرف کیا؟ کیونکہ جو کچھ مال انسانوں کے پاس ہے، وہ سب اللہ کا عطا کیا ہوا اور اسی کی امانت ہے، جسے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں سے خرچ کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے مال کو بے محل، لہو ولعب اور ناجائز شہوتوں میں خرچ کرتا ہے، اس مال میں نہ اللہ کا خوف کرتا ہے نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ حق کے موافق خرچ کرتا ہے، تو یقیناً یہ اللہ کی امانت میں خیانت ہوگی جس کے لئے وہ محض جواب دہ ہوگا۔

پانچواں سوال: علم پر کتنا عمل کیا؟ پانچواں سوال یہ ہوگا کہ حق تعالیٰ شانہ نے جو علم تم کو عطا کیا تھا اس پر کتنا عمل کیا؟ یہ سوال ہر ایک سے ہوگا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم نے علم سیکھا ہی نہیں، یا یہ کہ اللہ کا حکم ہم کو معلوم نہیں تھا، تو یہ مستقل جرم اور گناہ ہوگا: کیونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر مسلمان مرد وعورت پر (بقدر ضرورت) علم دین کا سیکھنا فرض ہے۔ (ابن ماجہ ۲۲۴) البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ جاننے کے بعد کسی جرم کا ارتکاب کرنا زیادہ سخت ہوتا ہے، اس لئے صاحب علم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنے علم میں کیا عمل کیا تھا؟

یہ پانچ سوالات ہیں، جب تک بندہ ان تمام کے جوابات نہ دے گا، اسے اپنی جگہ سے ہٹنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سوالات کے جوابات کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ...... نماز چھوڑنے کا عذاب

اور نہریں جاری تھیں، وہاں والوں نے ان کی بڑی خاطر ومدارات کی ان کی فرمانبرداری سے انہیں تعجب ہوا، پھر تین برس کے بعد جو ادھر گذر ہوا، تو دیکھتے کیا ہیں، کہ درخت خشک ہورہے ہیں، اور نہریں سوکھی پڑی ہیں، مکانات مسمار پڑے ہیں، اس سے وہ نہایت متعجب ہوئے، خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اس بستی پر ایک بے نمازی کا گزر ہوا تھا، اس نے وہاں کے چشمہ سے منھ دھولیا تھا، اس کا یہ اثر ہوا کہ چشمے خشک ہوگئے، درخت مرجھا گئے اور ساری بستی ویران ہوگئی۔ اے عیسیٰ جب نماز دین کی ویرانی کا باعث ہے تو دنیا کی تباہی کا بھی سبب بن گئی۔ (نزہۃ المالس موسوم بہ خیر المجالس، عبدالرحمٰن الصفوری ایضاً:۲۲۰)

●●

سید محمود حسن حسنی ندوی

عید اور ہم

عید خوشی کا دن ہے، امیروں کی بھی خوشی، غریبوں کی بھی خوشی، مگر حقیقی خوشی ان کی ہے جنہوں نے روزے پورے رکھے، شب بیداری کی، گناہوں سے بچتے رہے، توبہ وانابت کرتے رہے۔

عید ایک تحفہ ہے، رمضان کا تحفہ، روزے داروں کے لئے تحفہ، شب بیداروں کے لئے تحفہ اور اس کی شب انعام کی شب ہے، اس کا نام ہی لیلۃ القدر ہے، انعام کی رات، اللہ کی رحمت کے سارے دروازے کھل جاتے ہیں، سب کے لئے نہیں ان کے لئے جنہوں نے نمازوں کا اہتمام کیا۔ روزے تقویٰ و احتیاط کے ساتھ رکھے، آنکھوں کی بھی حفاظت کی کان کی بھی حفاظت کی، زبان کی بھی حفاظت کی، گالی گلوج سے باز رہے۔ غیبت وجھوٹ سے زبان گندی نہیں کی۔ جھگڑالو نہیں بنے، عزیزوں قرابت داروں کا خیال رکھا۔ صلہ رحمی کی۔ ماں باپ کی دعائیں لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات وشکر یاد کرکے ان پر درود بھیجے، اللہ کے انعامات کو یاد کرکے کلمہ طیبہ کا ورد کیا۔ اپنی گنہگاری کا خیال کرکے استغفار کا وظیفہ اختیار کئے رکھا، اور صبح وشام اللہ کی حمد اور پاکی بیان کرتے رہے، اور سب کچھ کرکے یہی جانا کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔

یہ مہینہ جس کے گذرنے کے بعد بھی عید آتی ہے جود وسخا کا مہینہ ہے یہ حق بھی کہاں ادا ہوسکتا ہے۔ عید کی نماز سے پہلے پہلے فطرہ وغیرہ نکال دے۔ تاکہ غریبوں کی بھی عید عید ہو۔ اور جو کچھ اعمال رمضان میں کوتاہی رہ گئی ہو اس کی کسی درجہ میں تلافی ہوجائے، صدقۂ فطر اکیلا دے یا کئی کی طرف سے دے، سلف میں متعدد کا معمول تھا اپنے گھر کے لوگوں، اولادوں اور خدام کی طرف سے دے دیا کرتے تھے، کوئی زیادہ ہوتا بھی نہیں، بیس روپئے کون سے بہت زیادہ ہیں۔ تفصیل کتابوں میں دیکھ لی جائے یا علماء سے پوچھ لی جائے۔

عید کا لطف اس کے لئے اور زیادہ بڑھ جاتا ہے جس نے اعتکاف بھی کیا ہوتا ہے، سنت کی الگ حلاوت، اللہ کی طرف یکسوئی کا الگ مزا، اور پھر کئی دنوں کی گوشہ نشینی کے بعد گھر والوں سے ملنے کی الگ مسرت وفرحت کیوں نہ اعتکاف کے ایک عمل سے ہزار مسرتیں حاصل کرلی جائیں۔

عید تو واقعۃً اس کی ہے جس نے رمضان کی راتوں کا حق ادا کیا، اس کی ہر شب شب قدر رہی ایک طالب علم سارے سال محنت کرتا ہے اس کو امتحان کے روز حیران وپریشان نہیں ہونا پڑتا، یہی حال اس عبادت گزار کا اور شب بیدار کا بھی ہے جو صرف محدود راتوں کا شب بیدار نہیں ہے اس کی ہر شب قابل رشک، اور لائق فخر تو کیونکر لیلۃ القدر میں وہ سوئے گا اس کا تھوڑا جاگنا بھی دوسرے کے پوری رات کے جاگنے سے بہتر ہوگا اور زیادہ اجر کا باعث بھی، یہی نہیں جن کا نصیب جاگ رہا ہوتا ہے جب سب کا نصیب سو رہا ہوتا ہے۔

اس ماہ مبارک کا تحفہ عید ہے قرآن حکیم سے بڑی مناسبت ہے، جتنا بھی پڑھا جائے کم ہے، مگر صاف صاف پڑھا جائے، تراویح میں بھی اس کا لحاظ رکھا جائے، اور سمجھنے کی بھی کوشش کی جائے۔

یہ پورا مہینہ غمخواری اور تعاون و ہمدردی غریب پروری کا ہے احسان جتلا کر نہیں ان کا احسان سمجھ کر کہ انہوں نے منھ لگایا، سب کچھ اللہ کی توفیق سے ہے، برابر توفیق مانگی جاتی ہے۔ تو ضرور توفیق ملے گی۔

●●

محترم نصیر خان

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا جذبہ سخاوت

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ آپ فطرتاً ذہین اور نیک خصلت تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت، عبادت الٰہی، حصول و ترویج علم اور لوگوں کی اصلاح و تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی مالی مدد کرنے میں بھی آپ کا کردار مثالی تھا۔ آپ خود کئی کئی دنوں تک بھوک برداشت کرتی یا صرف کھجور پر گزارہ کرتی تھیں۔ اس طرح بلا عار پیوند لگے کپڑے استعمال کرتی تھیں لیکن جو مال بھی کہیں سے آتا تو اسی وقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتی تھیں۔ آپ نے فقر میں وہ مثالیں قائم کی ہیں جن میں امت اور بطور خاص خواتین کے لئے تقلید کا وافر سامان موجود ہے۔ ذیل میں اسی سے متعلق آپ کی زندگی سے چند عملی تصویریں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے پاس جو کچھ بھی آتا وہ اپنے پاس نہیں رکھتیں بلکہ فوراً صدقہ کر دیتی تھیں۔ ان کے کثرت انفاق کو دیکھ کر ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ: مناسب یہ ہے کہ اب حضرت عائشہؓ کے ہاتھ روک دیئے جائیں۔ حضرت عائشہؓ کو جب پتہ چلا تو ان کو عبداللہ بن زبیرؓ کی یہ بات اتنی ناگوار لگی کہ ان سے بات چیت نہ کرنے کی قسم کھائی حالانکہ عبداللہ کا برتاؤ آپ کے ساتھ نہایت فیاضانہ تھا۔

جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو معلوم ہوا کہ خالہ ناراض ہوگئی ہیں تو صلح کے لئے سفارش کرائی لیکن ناراضگی اتنی شدید تھی کہ فرمایا: **لا والله لا أشفع فيه أبداً ولا أتحنث إلى نذري۔**

نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہ تو کسی کی سفارش قبول کروں گی اور نہ ہی اپنی قسم توڑوں گی۔

جب مقاطعے نے طول پکڑا تو حضرت مسورؓ بن مخرمہ اور عبدالرحمٰنؓ بن اسود نے بڑی مشکل سے عبداللہ بن زبیرؓ سے ملاقات کے لئے ان کی اجازت حاصل کی۔ جب عبداللہ بن زبیرؓ سے بات چیت کی تو قسم توڑنے کا خوف اتنا تھا کہ غم سے روتے ہوئے فرمایا: إنی نذرت والنذر شدید...... میں نے نذر مانی تھی اور نذر کو توڑنا سخت گناہ ہے۔ (صحیح بخاری، ریاض، مکتبہ دارالسلام، ۱۹۹۹، ح:۶۰۷۵، ۳۵۰۵، مسند الامام احمد، بیروت، دار احیاء التراث، ۱۹۹۳، ح: ۱۸۴۴۲)۔

اس کے ساتھ ہی کفارے کے طور پر چالیس غلام آزاد کیے۔ جب بھی نذر یاد آتی تو خوب روتیں، یہاں تک کہ چادر آنسو سے تر ہو جاتی۔

ایک دفعہ ایک خاتون دو بیٹیوں کو لے کر آپؓ کی خدمت میں مدد طلب کرنے کے لئے آئی۔ اس وقت حضرت عائشہؓ کے پاس صرف ایک کھجور تھی۔ آپؓ نے وہ بھی اس کو دے دی، جس کو خاتون نے آدھا آدھا کر کے بیٹیوں کو دے دیا۔ (صحیح بخاری، ح:۱۴۱۸، صحیح مسلم، ریاض، مکتبہ دارالسلام، ۱۹۹۹ء، ح:۲۶۲۹)۔

سبحان اللہ! کیا مثال ہے ایثار کی، ایک کھجور گویا آپ کی کل کائنات تھی اور وہ بھی آپ نے کسی کو دے دی۔

حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کے پاس ایک سونے کا ہار بھیجا، جس میں موتی جڑے ہوئے تھے، جن کی قیمت ایک لاکھ درہم تک تھی۔ آپؓ نے اس کی رقم ازواج مطہراتؓ میں تقسیم کر دی۔ (ابن الجوزی: صفۃ الصفوۃ، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۵ھ، ج۲، ص۱۴،۱۳)۔

حضرت عائشہ کی باندی ام ذرہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کی خدمت میں ایک ہزار درہم دو تھیلوں میں بھیجے۔ اس دن حضرت عائشہؓ روزہ سے تھیں۔ انہوں نے اسی وقت ایک طشتری منگوا کر وہ رقم اس میں ڈال دی اور لوگوں میں تقسیم کر دی۔ شام کو جب باندی سے افطاری لانے کو کہا تو اس نے کہا کہ جو مال تقسیم کیا ہے اس میں سے ایک درہم کا گوشت ہی خرید لیا ہوتا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: مجھے تو یاد ہی نہ تھا اگر یاد کروا دیتی تو منگوا لیتی۔ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۴ء، ج۸، ص۲۷۶، زرقانی، ج۴، ص۳۹۰)۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کثرت انفاق کا شوق اتنا زیادہ تھا کہ اپنی ذاتی ضروریات تک یاد نہ ہوتیں۔

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ نے ستر ہزار درہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیئے۔ (الذہبی، حافظ شمس الدین بن محمد: تاریخ الاسلام، و وفیات المشاہیر و الاعلام، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۹۸۹ء، ج۳، ص۲۵۰، ابن سعد، ج۸، ص۲۷۵)۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت معاویہؓ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے جن کو انہوں نے شام ہونے سے قبل ہی تقسیم کر دیا۔ گویا نیکی کے کام میں دیر کرنا بھی آپ کو گوارا نہ تھا۔ (الحاکم النیشاپوری: المستدرك علی الصحیحین، بیروت، دارالکتب العلمیة، ح:۶۷۴۵، ابونعیم الاصبھانی: حلیة الاولیاء، وطبقات الأصفیاء، بیروت، دارالکتاب العربی، ۱۹۸۷ء۔ ج۲، ص۴۷)۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ روزہ کی حالت میں تھیں۔ ایک مسکین نے آکر سوال کیا۔ آپؓ کے پاس سوائے ایک روٹی کے کچھ بھی نہیں تھا۔ آپؓ نے باندی کو حکم دیا کہ وہ روٹی مسکین کو دی جائے۔ باندی نے عرض کیا: اس کے علاوہ آپ کی افطاری کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کے باوجود آپؓ نے کہا: روٹی اس کو دے دو۔ کیونکہ آپ اپنی ضرورت دوسروں کی ضروریات کو مقدم سمجھتی تھیں۔ چنانچہ باندی نے روٹی مسکین کو دے دی۔ جب شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھیج دیا تو آپؓ نے باندی کو بلا کر کہا: کلی من هذا هذا خير من قرصك، یہ کھاؤ، یہ تمہاری روٹی سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالك، کراتشی، قدیمی کتب خانه، س ن، کتاب الجامع، باب الترغیب فی الصدقة)۔

حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ سے ان کا گھر ایک لاکھ اسی ہزار درہم میں خریدا اور تاحیات رہائش کی شرط قبول کی۔ آپ نے وہ تمام رقم بھی صدقہ کر کے تقسیم کی۔ (ابن الجوزی: الوفا بأحوال المصطفیٰ، مصر مطبعۃ السعادۃ، ۱۹۶۶ء، ص۲۵۸)

آپ کی مدد صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھی بلکہ کوئی غیر مسلم بھی آپؓ سے مدد کی درخواست کرتا تو آپ ضرور اس کی مدد کرتیں، سنن نسائی کی روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک یہودیہ آئی اور کوئی چیز مانگی تو آپ نے دے دی۔ (سنن نسائی، ریاض، مکتبہ دارالاسلام، ۱۹۹۹ء، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر)۔

امام احمد کی روایت ہے کہ ایک یہودیہ نے خوشبو مانگی تو آپؓ نے دے دی۔ (مسند:۲۳۶۵۸) ہوسکتا ہے کہ دوسری روایت پہلی کی وضاحت ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعات ہوں۔

ماحصل: حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابیات تو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار رہتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں تن من دھن قربان کر دیں۔ اگر ہمیں ان سے محبت ہے تو ان کے راستے پر چلنا ہوگا، تبھی جنت میں ان سے قربت حاصل ہوگی۔

●●

مولانا محمد موسیٰ خاں ندوی

مثالی شریک حیات

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ”بشمول انسان کے دنیا کی ہر چیز کو جوڑے کے ساتھ پیدا فرمایا ہے“ خدا کے اس کارخانہ قدرت میں کوئی چیز بے جوڑ نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ جوڑ کی مختلف نوعیتیں ہیں کبھی بالشل تو کبھی بالضد، مگر ہے جوڑ ضرور۔ انہیں جوڑی دار چیزوں میں ایک انسان بھی ہے، مرد عورت کی شکل میں یہاں ہر ایک کو دوسرے کا جوڑ بتایا گیا ہے یہ جوڑ اس وقت مکمل ہوتا ہے اور عملی شکل اختیار کرتا ہے جب مرد و عورت میاں بیوی کی شکل میں شادی کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں۔ چنانچہ عربی زبان میں بیوی اور شوہر دونوں کے لئے کوئی علاحدہ لفظ نہیں ہے بلکہ دونوں کے لئے ایک ہی لفظ زوج ہے، قرآن کریم کی سورہ نساء کی پہلی آیت اور سورہ اعراف کی ۱۸۹ آیت میں جہاں مرد و عورت اور آدم حوا کی پیدائش کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ہماری اردو میں میاں بیوی میں فرق کے لئے لگا لیتے ہیں اور شوہر کو زوج اور بیوی کو زوجہ کہا جاتا ہے، لیکن عربی زبان میں دونوں کے لئے زوج ہی ہے، عربی زبان کے ماہرین کا کہنا ہے کہ اس میں دراصل اس بلیغ اور بلند مفہوم و نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں میں زوجیت یعنی وحدت و یکسانیت ہونی چاہئے میاں بیوی کے علاحدہ طور پر انفرادی کوئی وجود نہیں، دونوں مل کر ایک ہیں ایک جان دو قالب۔ اسلام نے بھی چونکہ عربی تہذیب کو اپنایا اور عربی زبان اسلام کی زبان کی ترجمان ہے اس لئے اسلام کا نقطہ نظر بھی یہی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان موافقت و موانست، باہم میل جول ہونا چاہئے تبھی جا کر زندگی میں چین و سکون آئے گا، عورت کو مرد (آدمی) کا جوڑ بننے کا مقصود قدرت بھی یہی ہے۔

ارشاد ربانی ہے کہ ”وہ ہی خدا ہے جس نے تم کو ایک ہی نفس آدم سے پیدا کیا اور ان سے ان کی زوجہ حضرت حوا کو بنایا، تا کہ آدم ان سے مل کر سکون حاصل کریں۔“ (اعراف:۱۸۹)

یہاں مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ فرماتے ہیں۔ یہ آیت شریفہ بتلاتی ہے کہ عورت کا وجود درحقیقت مرد کے چین و سکون کے لئے ہے۔ (تفسیر ماجدی: ج۲)

اس لئے بیوی کو اپنے شوہر کی ہم مزاج، شوہر کی مزاج شناس اور اس کی دلبرو ہمدم ہونا چاہئے۔ اسی خوبی کے ذریعہ وہ شوہر کے دل میں گھر بنا سکتی ہے، ہر وقت شوہر کا خیال اور اس کی ہر ضرورت کا خیال ہو، حکماء نے فرمایا ہے کہ شوہر کے کہنے پر اس کی ضرورت کی تکمیل بھی فرمانبرداری ہے، مگر اس کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے مزاج و مذاق سے گہری واقفیت کی بناء پر ضرورت کا سوال زبان پر آنے سے پہلے ہی اس کی تکمیل ہو جائے۔

پاکستان کے مشہور بزرگ حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ نے اس کو اپنی ازدواجی زندگی کی کامیابی کا راز بتلایا ہے، احادیث شریفہ میں اللہ کے رسولؐ نے عورت کی پسندیدہ صفات یہ بتلائی ہیں کہ ”وہ شوہر کی فرمانبردار ہوتی ہے وہ اسے جب بھی طلب کرتا ہے فوراً آجاتی ہے چاہے آٹا گوندھنے کی مصروفیت ہی کیوں نہ ہو، اور شوہر کی جب بھی اس پر نظر پڑے وہ اس کو خوش کر دے اور مسکراتے ہوئے خندہ پیشانی کے ساتھ گھر میں اس کا استقبال کرے اور شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی عفت و پاکدامنی اور اس کے مال کی حفاظت کرتی ہو۔“

ام المومنین حضرت خدیجہؓ ان ہی اوصاف اور اعلیٰ اقدار کی بنیاد پر تاریخ اسلام کی سب سے پہلی اور نمبر ایک خاتون بنیں جنہوں نے مکمل مثالی بیوی کا کردار ادا کیا ہے ان مثالی نسوانی صفات سے ہٹ کر بھی قدرتی طور پر ان کے ساتھ کچھ ایسے حالات پیش آئے جس کی وجہ سے وہ مثالی، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یادگار بن گئیں ان کی یاد اور تذکرہ پر آپ کا دل بھر آتا ان کی کوئی برائی سننا گوارہ نہ تھا، کوئی اچھی چیز آپ کے پاس آتی اور اسے تقسیم فرماتے تو ان کی سہیلیوں کے پاس ضرور بھیجتے، تمام ازواج میں صرف ان ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ آپ کی اکلوتی زوجہ مطہرہ تھیں یعنی ان کے ہوتے ہوئے کسی اور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں فرمایا۔

ام المومنین حضرت خدیجہؓ میں ایک مثالی بیوی کا کردار تو ہے ہی، اس کے ساتھ ان کی خوبی اور کمال یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں ابتداء نبوت کے انتہائی مشکل ترین دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غمگسار، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چین و سکون بنی رہیں، جس سے آپ کو ہمت و حوصلہ ملتا، سچ ہے کہ مصیبت میں ساتھ دینے والے ہمیشہ یاد رہ جاتے ہیں، اسی وجہ سے قرآن پاک میں حضرات صحابہ کرامؓ کی اس صفت کو خوب نمایاں کیا گیا ہے، ارشاد ہے کہ:

”جن صحابہ نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں اپنا خرچ کیا اور راہ خدا میں جہاد کیا دوسرے ان کے برابر نہیں ہو سکتے ایسے لوگوں کا درجہ اللہ کے یہاں بہت بلند ہے۔ فتح مکہ کے بعد مال خرچ کرنے اور جہاد کرنے والوں کے مقابلہ میں۔“ (حدید:۱۰) چونکہ فتح مکہ سے پہلے قلت تعداد اور قلت اسباب کی بنا پر اسلام کو سخت مشکلات کا سامنا تھا، اس لئے اس موقع پر ساتھ دینے والوں کا مقام و مرتبہ خدا کے یہاں بلند ہو گیا، چنانچہ حضرت خدیجہؓ کا بھی یہی حال ہے کہ جب دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا رہے تھے تو سب سے پہلے آپؐ پر ایمان لائیں اور آپؐ کی تصدیق کی، اعلان نبوت کے بعد جب دوسرے آپؐ کا ساتھ چھوڑ رہے تھے اس وقت انہوں نے آپ کو حوصلہ دیا۔ تاریخ اسلام اور سیرت کا یہ واقعہ کبھی نہیں بھلایا جا سکتا ہے جب کہ زندگی میں پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبریل سے غار حرا میں سابقہ پڑا جس کی وجہ سے آپؐ پر لرزہ طاری ہو گیا، حضرت خدیجہؓ آپ کے بلند اوصاف و اخلاق کا حوالہ دے کر آپؐ کو دلاسہ دے رہی تھیں کہ بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ جو صلہ رحمی و مہمان نوازی کا حامل ہو، جو بے کسوں کا سہارا ہو، اس کو خدا کبھی رسوا نہیں کرے گا، ایسا نہیں ہو سکتا، مزید اطمینان کے لئے اپنے قریبی رشتہ دار ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو انجیل کے عالم تھے اسی طرح تین سالہ طویل شعب ابی طالب کے بائیکاٹ کے اس جاں گداز واقعہ میں اپنے سرتاج محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابر شریک رہیں جو ہر شریف النفس رحم دل انسان کو تڑپا دے، غرض کہ ان کا کمال ہے کہ انہوں نے عسرت کے زمانہ میں اپنے شوہر محترم کا برابر ساتھ دیا سیرت نگاروں کا کہنا ہے، کہ اسی عسرت نے ان کی صحت کو تباہ کر دیا۔

مورخین نے اس موقع پر ایک دلچسپ قصہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جب فرشتہ آپؐ کے پاس آئے تو مجھے خبر کر دیجئے اس کے بعد جب فرشتہ آیا تو آپؐ نے انہیں خبر دی۔ وہ آ کر پہلے آپؐ کی دائیں جانب کھڑی ہو گئیں اور پوچھا کیا وہ اب بھی ہے، اسی طرح بائیں جانب اور آگے پیچھے ہو کر پوچھتی رہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوئیں، پھر پوچھا ”کیا اب بھی وہ فرشتہ ہے“ آپؐ نے فرمایا ”نہیں! وہ غائب ہو چکا“ اس پر بولیں یقیناً وہ خدا کا فرشتہ ہی تھا کیونکہ اگر وہ شیطان ہوتا تو ہمیں گھورنے سے باز نہ آتا۔ اس واقعہ کے ذریعہ دراصل حضرت خدیجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گھبراہٹ اور خوف کی کیفیت کو دور کرنا چاہتی تھیں جو غار حرا میں

جبرئیل سے پہلی ملاقات کے نتیجہ میں پیدا ہوئی تھی، نیز یہ تسلی بھی اس میں پوشیدہ تھی کہ جبرئیل کے ذریعہ خدا کی طرف سے آپ کی مدد ہو رہی ہے آپ کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں ایک فرمانبردار بیوی کے لئے وہ سب کچھ ملے گا جو اس کے لئے شوہر سے تعلقات کو استوار رکھنے اور ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنانے کے لئے ضروری ہے۔

بالخصوص ایسی خواتین کے لئے حضرت خدیجہؓ کی زندگی بہترین آئیڈیل ہے جن کے شوہر کسی دینی کاز سے وابستہ ہوں اسلامی تحریر اور دینی مشغلہ میں لگے ہوئے ہوں، کیونکہ ایسے لوگوں کے لئے آئے دن اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کے نتیجہ میں مخالفتوں کا سامنا ہے ایسے میں اگر کوئی خاتون حضرت خدیجہؓ کا کردار ادا کرتی ہے تو یہ اس کی زندگی کا بڑا کارنامہ ہے، ملت کے عالی شان اور درخشاں محل کی بنیادوں میں درحقیقت ایسی ہی خواتین کی محنتیں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ یہ فطرت انسانی ہے کہ گھر کی چہار دیواری میں جب مرد کا کوئی ہم خیال وہم فکر اور اس کے ہر اقدام پر ہمت افزائی کرنے والا اور پیٹھ ٹھونکنے والا ہوتا ہے تو باہر کی ہر مخالفت کو وہ سہ لے گا اس کے برعکس بیرون خانہ اس کے بہت سے مؤید وہم خیال ہوں مگر درون خانہ ہی ساتھ نہ دے تو اس میں پژمردگی پیدا ہوتی ہے۔

اسی لئے شاید اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے لئے ایسی خاتون کا انتظام فرمایا جو آپ کی ہم فکر و ہم خیال، بیرون خانہ کی مخالفتوں میں آپ کو تسلی دینے والی آپ کی ہمت بندھانے والی اور آپ کے مشن میں آپ کا ساتھ دینے والی ہو۔

ہزاروں سلام ہو حضرت خدیجہؓ کی روح پر۔ یقیناً انہوں نے تن من دھن اور اپنا سب کچھ لٹا کر حق کی حمایت اور اسلام کی آبیاری کی۔

●●

بقیہ............اورنگ زیبؒ کے روزمرہ معمولات

قاضی اکرم نے کہا کہ بچے کے والدین خود بادشاہ کے حضور میں آ کر بچہ کو اپنے ہاتھوں سے نذر کرنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ انہیں حاضر کیا جائے۔ حکم کے مطابق انہیں بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔ والدین نے بچہ کو بادشاہ کے حوالے کیا تو بادشاہ نے بچہ کو خواجہ منظور کے پاس دیا اور حکم دیا کہ ”بچہ کو اندرون محل پہنچایا جائے تاکہ اس کی پرورش ہو“ بادشاہ نے والدین سے دریافت کیا کہ بچہ کی عمر کیا ہے۔ والدین نے کہا کہ دو سال پانچ ماہ۔ بادشاہ نے دریافت کیا بچے کے والدین مسلمان ہونے کو تیار ہیں۔ بادشاہ سے کہا گیا کہ اس کے والدین اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اورنگ زیبؒ نے تبدیلی مذہب پر سختی نہیں کی۔ اس وقت اورنگ زیبؒ وشال گڑھ کے قلعہ کے محاصرہ میں مصروف تھے۔ یہ قلعہ موجودہ کولہاپور مہاراشٹر میں واقع ہے۔ اورنگ زیبؒ کے دکن میں قیام کے دوران سیکڑوں مرہٹہ سردار مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں۔ اورنگ زیبؒ کی فوج میں خدمات انجام دیتے ہیں۔ دکن کے ۲۶، ۲۷ برسوں میں مندروں کے انہدام کے واقعات صفر کے برابر ہیں۔ اجنتا، ایلورہ کی قد آدم مورتیاں جوں کی توں رہیں۔ سابقہ قطب شاہی، عادل شاہی علاقوں میں منادر ہے۔ اورنگ زیبؒ نے ساڑھے چار سال تک دھرم پوری میں قیام کیا وہاں انہوں نے موجودہ مندر کو گزند نہیں پہنچایا۔ اسے ایک گاؤں بھی انعام کے طور پر دیا۔ اس کے باوجود اورنگ زیبؒ پر الزام ہے کہ وہ ہندو دھرم کے مخالف رہے۔ بقول غالب:

یارہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

مولانا حذیفہ وستانوی
استاد جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر

نماز چھوڑنے کا عذاب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا۔" (النساء:۱۰۳)

”بے شک نماز مؤمنین کے لیے وقت مقررہ پر فرض کی گئی ہے“ مزید فرمایا: فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساہون۔ (الماعون:۴، ۵)

اس آیت کی تشریح میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ”ویل“ جہنم کی ایسی وادی ہے جس کی گرمی سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے اور یہ ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے جو نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان اور مشرک کے درمیان فرق کا ذریعہ صرف نماز ہے۔ گویا کسی نے نماز کا انکار کرتے ہوئے اس کو ترک کر دیا، تو اس نے کفر کیا۔

تارک نماز کے لیے پندرہ دردناک سزائیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز کے معاملے میں غفلت اور تکاسل برتے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کو پندرہ (۱۵) قسم کی سزائیں دیتے ہیں: چھ دنیا میں، تین موت کے وقت، تین قبر میں اور تین قیامت کے دن۔

تارک نماز کے لیے دنیا کی سزائیں:

(۱) عمر سے برکت کا ختم ہونا (۲) چہرے سے نور کا ختم ہونا (۳) مزید کسی نیک کام کی توفیق نہ ہونا (۴) دعاؤں میں اس کو کوئی حصہ نہیں۔

موت کے وقت کی تین سزائیں: (۱) تارک نماز ذلیل ہو کر مرے گا (۲) بھوک کی حالت میں موت آئے گی (۳) پیاس کی حالت میں موت آئے گی، اگرچہ دنیا کے تمام سمندر بھی اس کی پیاس بجھانے کے لیے اس کو پیش کر دیے جائیں۔

قبر کی تین عذاب:

(۱) اللہ تعالیٰ قبر کو اتنا تنگ کر دیتے ہیں کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، (۲) اس کی قبر آگ سے بھر دی جاتی ہے اور صبح و شام اس کو آگ کے شعلوں میں ڈالا جاتا ھے (۳) اللہ تعالیٰ ایک ایسا اژدہا مسلط کرتے ہیں جس کا نام ”شجاع اقرع“ (گنجا بہادر) ہے، جس کی آنکھیں آگ سے اور اس کے ناخن لوہے سے بنے ہیں، اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے، وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ نماز فجر ضاع کرنے کی وجہ سے میں تجھ کو صبح سے ظہر تک، ظہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے ظہر سے عصر تک، نماز عصر ضائع کرنے کی وجہ سے مغرب تک، نماز مغرب ضائع کرنے پر عشاء تک اور نماز عشاء ضائع کرنے کی وجہ سے عشاء سے فجر تک مارتا رہوں۔ اژدہا کی ایک ضرب بے نمازی کو ستر ہاتھ زمین میں گاڑ دیتی ہی اور وہ اپنے آہنی ناخن زمین کے نیچے داخل کر کے اس کو باہر نکالتا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یا اللہ! ہم سب کو عذاب قبر سے بچا۔ آمین!

قیامت کے دن کی سزائیں: (۱) اللہ تعالیٰ بے نمازی پر قیامت کے دن ایک فرشتے کو مسلط فرمائیں گے جو بے نمازی کو جہنم کی آگ کی طرف منہ کے بل گھسیٹے ہوئے لے جائے گا، (۲) حساب کے وقت اللہ تعالیٰ غصہ کی نظر سے دیکھیں گے، (۳) اللہ تعالیٰ بے نمازی کا سخت ترین حساب لینے کے بعد اس کو جہنم کے بدترین مقام کی

طرف لے جانے کا حکم دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز تیرے میزان کا جھکانے والی چیز ہے اگر اس نے تیرا میزان برابر کردیا تو تو نجات پاگیا اور اس نے کمی کردی، تو تجھے عذاب دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے چالیس دن تک، کسی رکعت کے فوت کیے بغیر صبح کی نماز باجماعت ادا کی تو اللہ تعالیٰ آگ اور نفاق سے اس کی برائت کا فیصلہ کردیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز باجماعت ادا کی اور پھر سورج طلوع ہونے تک اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھا رہا تو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اس کے لیے ایک محل، بعض روایات کے مطابق ستر محل، بنادیتے ہیں اور ہر محل کے ستر دروازے ہیں اور ہر دروازہ سونے اور چاندی سے بنا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کی مثال، تمہارے گھر کے سامنے رواں نہر کی طرح ہی کہ جس میں تم روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرو، یہاں تک کوئی میل باقی نہ رہے، اسی طرح نماز بھی گناہوں کو صاف کردیتی ہے۔

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نمازوں کی حفاظت کی اس کے لیے قیامت کے روز نجات اور نور ہوگا اور جس نے حفاظت نہ کی اس کے لیے قیامت کے روز نجات، نور اور آگ سے حفاظت بھی نہیں ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس کے چہرے کو نماز میں سجدہ کرتے ہوئے مٹی لگی، اس کے چہرے کو آگ ہرگز نہیں چھوسکے گی، کیوں کہ فرشتے ایسے شخص کے لیے مسلسل دعا کرتے رہتے ہیں، جس کے چہرے اور پیشانی پر پرخلوص سجدوں کا نشان موجود ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ انہوں نے فرمایا: ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آپ کے سینہ مبارک میں تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو نماز اور تمہارے ملازموں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہونے تک مسلسل اس کی وصیت کرتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص جان بوجھ کر ایک فرض نماز ترک کردیتا ہے تو جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص جہنم میں ضرور داخل ہوگا۔

تارک نماز بد بخت اور محروم ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! کہا کرو کہ اے اللہ! ہم کو بد بخت اور محروم نہ کرنا۔ پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے بد بخت اور محروم کون شخص ہے صحابہ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ہم کو معلوم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز چھوڑنے والا بد بخت اور محروم ہے کیوں کہ ایسے شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ صحت کے باوجود نماز چھوڑنے والے کی توحید، امانت، صداقت، روزہ، اور گواہی کو قبول نہیں فرماتے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور اس کے رسولؐ ایسے شخص سے بری ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صحت کے باوجود نماز چھوڑنے والے کی طرف اللہ تعالیٰ نظر کرم نہیں کرتا اور نا اس کا تزکیہ کرتا ہے۔ اس کے لئے دردناک عذاب مقرر ہے کہ وہ توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

قیامت کے دن نماز چھوڑنے والے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے دس (۱۰) آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے جہنم کا فیصلہ فرمائیں گے اور ان کے چہروں کی ہڈیوں پر گوشت نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔ صحابہ نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ

نے فرمایا: (۱) عمر رسیدہ شخص جو زانی ہو۔ (۲) گمراہ کرنے والا امام۔ (۳) شرابی۔ (۴) والدین کا نافرمان۔ (۵) چغل خور (۶) جھوٹی گواہی دینے والا۔ (۷) زکوٰۃ کا انکار کرنے والا۔ (۸) سود خور۔ (۹) ظلم کرنے والا۔ (۱۰) بے نمازی۔ تارک نماز کے لیے قیامت کے روز دوگنا عذاب ہوگا، اس کے ہاتھوں کو اس کی گردن پر باندھ دیا جائے گا اور فرشتے اس کے چہرے، اس کی پشت اور پہلو میں مارے گے۔ جنت کہے گی کہ تو میرا اہل نہیں اور نہ ہی میں تیرے لائق ہوں جب کہ جہنم کہے گی میں تیری اہل ہوں اور تو ہی میرے لائق ہے، بخدا آج میں تجھ کو سخت ترین عذاب سے دوچار کروں گی۔ اس وقت بے نمازی کو بڑی تیزی سے جہنم میں داخل کردیا جائے گا اور اس کو منہ کے بل آگ کے سب سے نچلے مقام میں فرعون، ہامان، اور قارون کی طرف پھینک دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے نمازی کو زکوٰۃ دینا حلال نہیں اور نہ ہی اس کے ساتھ رہنا اور بیٹھنا جائز ہے کیونکہ اس پر آسمان سے ہر وقت لعنت نازل ہوتی رہتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو موت کے قریب دیکھا لیکن وہ اپنے والدین کا فرمانبردار تھا تو والدین کے لئے اس کی فرمانبرداری نے موت کی سختیوں کو دور کردیا، میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس پر عذاب قبر مسلط کیا جارہا ہے تو اس وقت وضو آیا اور اس نے اس کو عذاب قبر سے بچالیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کو گناہ کے فرشتوں نے گھیر لیا ہے تو اس وقت دیگر فرشتے اللہ کا ذکر لے کر آئے جو وہ آدمی دنیا میں کیا کرتا تھا، اس کی وجہ سے اس کی خلاصی ہوگئی۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کو عذاب کے فرشتوں نے گھیر لیا، تو نماز نے اس کو نجات دلائی۔ میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا جو بے حد پیاسا تھا جب کبھی وہ حوض کے قریب ہوتا تو رش کی وجہ سے حوض تک نہ پہنچ پاتا تو روزے نے اس کی پیاس بجھادی۔ میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا جو انبیاء کے حلقوں کے قریب کھڑا تھا، جب وہ ان کے ساتھ بیٹھنے کے لئے قریب ہوتا تو انبیاء اس کو دور کردیتے۔ اس وقت نماز کی غرض سے اس کا غسل جنابت کرنے کی وجہ سے انہوں نے اس کو اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ میں نے امت کے ایک آدمی کو دیکھا اس کے سامنے، دائیں، بائیں، اوپر اور نیچے اندھیرا ہے، تو اس کے حج اور عمرہ نے اس کو ان اندھیروں سے باہر نکال دیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جو ایمان والوں سے بات کرنا چاہتا، لیکن وہ اس کے ساتھ بات نہ کرتے تو اس وقت صلہ رحمی آئی اور کہا کہ اے مومنین کی جماعت! یہ صلہ رحم ہے، تم اس سے بات کرو، اس پر مومنین نے اس سے مصافحہ کیا اور اس کو سلام کیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جو آگ کی گرمی اور اس کے شعلوں کو اپنے ہاتھ سے دور کررہا تھا تو اس وقت صدقہ آیا اور وہ اس کے چہرے کے آگے سے ڈھال، اس کے سر پر سایہ اور آگ سے پردہ بن گیا۔

بے نمازی کیلئے دردناک عذاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک جہنم میں ایک وادی ہے جس کو ''لملم'' کہا جاتا ہے جس میں اونٹ کی گردن کی طرح موٹے اور ایک ماہ کی مسافت کے برابر لمبے سانپ ہیں جو بے نمازی کو ڈسیں گے، سانپ اپنے ڈنک کو بے نمازی کے جسم میں ستر سال تک داخل کریں گے اور پھر اس کے گوشت اور ہڈیوں میں اپنے زہر کو پلادیں گے۔ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والوں کو اسی وادی میں عذاب دیا جائے گا اور جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام ''جب الحزن'' ہے، اس میں بچھو ہے اور بچھو سیاہ خچر کے برابر ہے، ہر بچھو کے ستر ڈنک ہیں اور ڈنک زہر آلود ہیں۔ یہ بچھو بے نمازی کو ڈنک ماریں گے اور اپنے زہر کو اس کے جسم میں پھیلادیں گے اور وہ ہزار سال تک زہر کی حرارت اور شدت محسوس کرتا